وَاَمَّا الَّذِيۡنَ سُعِدُوۡا فَفِى الۡجَنَّةِ

ترجمہ: اور جو لوگ اچھے نصیب والے ہیں وہ جنت میں ہوں گے

حضرت الاستاذ مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری نور اللہ مرقدہ

(شیخ الحدیث وصدر المدرسین دار العلوم دیوبند)

کی کچھ باتیں اور یادیں

از

حضرت مولانا مفتی محمود بن مولانا سلیمان حافظ جی حفظہ اللہ تعالیٰ

خادمِ تفسیر وحدیث: جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، گجرات

وخادمِ حدیث شریف: جامعہ دار الاحسان بارڈولی، گجرات

ناشر

نورانی مکاتب

www.nooranimakatib.com

تفصیلات

نام کتاب	:	حضرت الاستاذ مفتی سعید احمد صاحب پالنپوریؒ کی کچھ یادیں کچھ باتیں
از	:	مفتی محمود صاحب حافظ جی بارڈولی حفظہ اللہ
صفحات	:	72
ناشر	:	نورانی مکاتب

ملنے کے پتے

نورانی مکاتب	8140902756
ادارۃ الصدیق ڈابھیل، گجرات	9913319190
مولانا صدیق احمد ابن مفتی محمود صاحب حافظ جی، مدرسہ فاطمۃ الزہراء، دیسائی نگر، مریم مسجد، بارڈولی، سورت، گجرات	8140238304
پنجابی کتاب گھر، مولانا آزاد روڈ، راجن مسجد کے سامنے گودھرا	9904272274
خدمت خلق چیری ٹیبل ٹرسٹ، مسجدِ علی کے پاس، گودھرا	9737954087

فہرستِ مضامین

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
✿	اظہارِ حقیقت	۷
✿	اظہارِ تاثرات (از: مفتی اسامہ صاحب ڈینڈ رولوی)	۸
۱	مختصر سوانحی خاکہ	۹
۲	اللہ والوں کے حالات سننے کا مقصد	۱۱
۳	پیدائش	۱۲
۴	حضرتؒ کے پڑھنے کے زمانے کا ایک قصہ	۱۲
۵	اولاد کے نیک ہونے میں حلال کمائی کا اثر	۱۵
۶	آپ کے والد صاحب کا حلال کمائی کا اہتمام	۱۶
۷	بیعت وارادت	۱۷
۸	خلافت اور اجازتِ بیعت	۱۸
۹	حضرت شیخ محمد زکریاؒ کا حضرت الاستاذؒ سے محبت کا ایک قصہ	۱۸
۱۰	قرآنِ کریم سے عجیب وغریب محبت	۱۹
۱۱	محبت کا معیار اور بنیاد قرآنِ مجید کو بنایا	۲۱
۱۲	قرآن کی وجہ سے محبت کرنے والوں کا مقام ومرتبہ	۲۲
۱۳	درسِ قرآن کی درخواست	۲۳

۱۴	تلاوت کے وقت آیات میں غور وفکر کرنا	۲۴
۱۵	قرآن کو دھیان سے سننا اور اچھا پڑھنے والے کو اس پر مبارک باد دینا	۲۴
۱۶	اتباعِ سنت کا عجیب جذبہ	۲۵
۱۷	بندے کی آستانۂ فقیہ الامتؒ میں پہلی عید الاضحیٰ	۲۶
۱۸	عید کے خطبے میں اتباعِ سنت	۲۶
۱۹	بچے کے ساتھ شفقت کا معاملہ	۲۷
۲۰	مصافحہ کا سنت طریقہ	۲۷
۲۱	کفایت شعاری	۲۹
۲۲	بے تکلفی	۲۹
۲۳	فضول خرچی سے پرہیز	۳۰
۲۴	ایک عجیب تنبیہ	۳۱
۲۵	دوٹوک حق بات کہنا	۳۱
۲۶	ایک خاص ملکہ	۳۲
۲۷	تنقید کرنے والوں کو تنبیہ: کام کا جواب کام سے دینا چاہیے	۳۲
۲۸	اپنا دکھ درد بھول کر دوسروں کے درد میں شامل ہونا	۳۴
۲۹	حضرتؒ پر سحر (جادو) کا اثر	۳۵
۳۰	سحر انسانی درندوں کا ایک قاتل زہر	۳۶
۳۱	مصائب کے باوجود استقامت کے پہاڑ تھے	۳۷

۳۲	سائل کا منشا سمجھ جاتے تھے	۳۷
۳۳	برائے استقرارِ حمل	۳۸
۳۴	جلسوں سے قادیانیت ختم نہیں ہوتی: قادیانیت روکنے کی بہترین تدبیر	۳۹
۳۵	غیر مقلدین کے خلاف ایک کلیدی خطاب	۴۰
۳۶	درسی خصوصیات: آپؒ بہترین عبارت خوانی کو پسند فرماتے تھے	۴۱
۳۷	سبق کا اچھوتا اور نرالا انداز	۴۱
۳۸	سبق کی پابندی	۴۲
۳۹	مشکل مقامات کو دو مرتبہ پڑھانا	۴۳
۴۰	دورانِ درس طلبہ کی خیر خواہی میں کام کی باتیں ارشاد فرمانا	۴۳
۴۱	بندے کو حضرت الاستاذؒ سے پڑھنے کی سعادت	۴۴
۴۲	درس کے دوران بندے کو حضرتؒ کو عرض کرنے کی سعادت	۴۵
۴۲	درس میں فضول بحثوں سے پرہیز	۴۶
۴۴	معافی دل سے ہونی چاہیے، نہ کہ زبان سے	۴۷
۴۵	جامعہ ڈابھیل سے محبت	۴۸
۴۶	صدرِ جمہوریہ ایوارڈ اور آپؒ کے جذبات	۴۹
۴۷	گجرات کا آخری دورہ	۵۰
۴۸	بندے کے ساتھ ذاتی طور پر جو باتیں پیش آئیں ان کا کچھ تذکرہ	۵۰
۴۹	اپنے شاگردوں اور چھوٹوں کی حوصلہ افزائی کرنا	۵۰

۵۰	والد صاحب مرحوم سے آپؒ کے تعلقات	۵۲
۵۱	مرحوم بھائی کی درخواست پر بندے پر خصوصی توجہ دینا	۵۲
۵۲	دو اصولی باتیں	۵۳
۵۳	اپنے چھوٹوں کے ساتھ اکرام کا معاملہ	۵۳
۵۴	حسنِ اتفاق	۵۴
۵۵	انگلینڈ میں ایک عجیب وغریب مجلس	۵۵
۵۶	اپنے شاگردوں کی عزت اور اکرام کرنا	۵۷
۵۷	حضرتؒ کا بڑا پن	۵۸
۵۸	اس ملاقات کے موقع کا ایک لطیفہ	۵۸
۵۹	سعید؛ یعنی سعی اور عید	۵۹
۶۰	حضرت الاستاذ کی گھریلو زندگی کے بعض گوشے	۶۱
۶۱	مساوات وبرابری	۶۱
۶۲	مشترکہ خاندان یا علاحدہ	۶۲
۶۳	الگ الگ کرنے کا ایک عظیم دینی فائدہ پورے گھرانے کو حفظِ قرآن کی سعادت	۶۳
۶۴	گھر میں تعلیمی نظام	۶۴
۶۵	تعلیم وتربیت	۶۶
۶۶	اولاد کو حج کرانا	۶۹
۶۷	صبر واستقامت	۷۱

اظہارِ حقیقت

۱۹ر مئی ۲۰۲۰ء رمضان المبارک میں حضرت الاستاذ مولانا مفتی سعید احمد صاحب-نوّر اللہ مرقدہ وبرّد مضجعه و أعلیٰ اللہ مراتبه في الجنة النعيم- کے سانحۂ وفات کے بعد اسی دن ''آن لائن درسِ قرآن'' کی مجلس میں بطورِ پہلی قسط حضرتؒ کے متعلق مختصر تعزیتی بیان کیا تھا، پھر چند دنوں کے بعد دوسری قسط میں حضرتؒ کے متعلق کچھ باتیں اور آپ کی کچھ یادیں آن لائن بیان میں ذکر کی تھیں۔

اب ان دونوں بیانات کے مجموعے کو مرتب کر کے آپ حضرات کی خدمت میں کتابی شکل میں پیش کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ ان شاء اللہ! اس سے بہت ساری چیزیں سیکھنے کو ملیں گی اور بڑا فائدہ ہوگا۔

جامعہ ڈابھیل کے مقبول استاذ اور حضرت الاستاذؒ کے داماد: مفتی اسامہ صاحب ڈینڈرولوی کا ہم شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انھوں نے اس رسالے پر مکمل نظر فرمائی اور اپنے گراں قدر تأثرات سے نوازا، فجزاهم اللہ احسن الجزاء!

اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور میرے لیے اور حضرت الاستاذؒ کے لیے صدقۂ جاریہ بنائے، آمین۔

بندہ: محمود بن مولانا سلیمان حافظ جی عفی عنہ

مؤرخہ: ۸ر محرم الحرام ۱۴۴۲ھ

مطابق: ۲۸ر اگست ۲۰۲۰ء

بروز جمعہ

اظہارِ تأثرات

از: مفتی اسامہ صاحب ڈینڈ رولوی
استاذِ تفسیر وحدیث: جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مفتی محمود صاحب بارڈولی دامت برکاتہم کا مرتب کردہ رسالہ ''حضرت الاستاذ مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری نور اللہ مرقدہ کی کچھ باتیں اور یادیں'' مکمل پڑھا، ماشاء اللہ! بہت خوب اور اچھا ہے، بہت اچھی ترتیب کے ساتھ عمدہ باتوں کو اس میں جمع کیا ہے، عناوین بھی عمدہ ہے، پڑھنے میں بھی لطف محسوس ہوا، جزاکم اللہ خیرا واحسن الجزاء! ان شاء اللہ! امت کے لیے بہت مفید رہے گا۔

اس میں ذکر کردہ واقعات کا اکثر حصہ بندے نے سنا ہے اور بہت سے واقعات کا خود مشاہدہ بھی کیا ہے، اس کو پڑھتے وقت ایسا محسوس ہوتا تھا کہ یہ واقعات ہمارے سامنے ہو رہے ہیں، الحمدللہ! بہت اچھا لکھا ہے اور بیچ بیچ میں کچھ نصیحتوں سے مزید حسن بڑھ گیا ہے۔

ظاہری و باطنی دونوں خوبیوں سے آراستہ ہے، اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرما کر امت کے لیے مفید بنائے، آمین۔

اسامہ ڈینڈ ورلوی

خادم: جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل

حیاتِ سعید کا مختصر خاکہ

نام: (حضرت مولانا مفتی) سعید احمد بن یوسف بن علی بن جیوا (یحییٰ) بن نور محمد۔

پیدائش: تقریباً: ۱۹۴۰ء/ ۱۳۶۰ھ۔

پیدائش کی جگہ: کالیڑا، ضلع: بناس کانٹھا، شمالی گجرات۔

مستقل رہائش: محلہ اندرون کوٹلہ، دیوبند۔

تعلیم: (۱) مکتب کالیڑہ۔

(۲) دارالعلوم چھاپی میں (چھ مہینے)

(۳) پالن پور میں مصلح امت حضرت مولانا محمد نذیر میاں کے مدرسہ میں عربی کی ابتدائی اور متوسط کتابیں پڑھیں۔

(۴) مظاہر علوم سہارن پور: ۱۳۷۶ھ تا ۱۳۷۸ھ۔

(۵) دارالعلوم دیوبند: شوال ۱۳۷۹ھ میں داخلہ لیا اور ۱۳۸۲ھ میں دار العلوم سے فراغت حاصل کی۔

دورۂ حدیث شریف میں پہلی پوزیشن سے کامیابی حاصل ہوئی۔

۱۳۸۲ھ میں تکمیلِ افتاء میں داخلہ لیا۔

اسی سال شیخ محمود عبدالوہاب محمود مصری سے حفظ قرآن کا آغاز فرمایا اور اپنے بھائی حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند کو حفظ کرایا۔

تدریسی خدمات: اگلے سال اربابِ انتظام نے فتویٰ نویسی کے لیے معاون

افتاء کی حیثیت سے تقرر کیا۔

اس کے بعد نو سال تک جامعہ اشرفیہ راندیر میں خدمات انجام دیں، اور نو سال بعد ۱۳۹۳ھ میں درجہ وسطی الف کے استاذ کی حیثیت سے دار العلوم دیو بند میں تقرر ہو گیا۔

بیعت وخلافت: شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا سے بیعت ہوئے، مولانا عبد القادر رائے پوری کی مجالس میں شرکت کی، حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مظاہری نے دیو بند تشریف لا کر اجازتِ بیعت عنایت فرمائی، پھر تحریری اجازت نامہ ارسال فرمایا۔

وفات: ۲۵ رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ، مطابق ۱۹ مئی ۲۰۲۰ء منگل کے دن صبح: ساڑھے چھ پونے سات کے درمیان، نیو سنجیونی ہاسپٹل ملاڈ ممبئی میں اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے، انا للہ وانا الیہ راجعون!

تدفین: قبرستان اوشیورہ، جوگیشوری، ممبئی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی، أما بعد!

حضرت الاستاذ مولانا مفتی سعید احمد صاحب -نوّر اللہ مرقدہ وبرّد مضجعہ و أعلیٰ اللہ مراتبہ في الجنة النعیم- کے متعلق کچھ باتیں اور یادیں آپ لوگوں کے فائدے کے لیے عرض کرتا ہوں۔

اللہ والوں کے حالات سننے کا مقصد

اللہ والوں کی زندگی سننے کا ایک بہت بڑا مقصد یہ ہوتا ہے کہ: جب اللہ کے نیک بندوں کی باتیں بیان کی جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اترتی ہیں، ملا علی قاریؒ نے حضرت سفیان ابن عیینہؒ کا قول نقل کیا ہے:

عند ذکر الصالحین تنزل الرحمة.

ترجمہ: نیک لوگوں کے ذکر کے وقت اللہ کی رحمت اترتی ہے۔

لہذا آپ کو اور مجھ کو اللہ تعالیٰ کی رحمتیں مل جائیں۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ اللہ والوں کی باتیں اس لیے سننا، سنانا ہے؛ تاکہ ان کی زندگی میں جو خوبیاں اور اچھائیاں تھیں ان کو ہم خود اپنی زندگی میں اپنائیں۔

بیان اسی لیے کریں کہ:

اذا تکرر علی اللسان تقرر في القلب.

جب زبان سے بار بار بولیں گے تو ہمارے دل میں وہ بات جم جائے گی اور ہم عمل کرنے والے بن جائیں گے اور سننے والے اس لیے بار بار سنیں کہ سن کر وہ بھی اس پر عمل کرنے والے بن جائیں۔ میں آج تمام سننے والوں سے کہوں گا کہ: میں اپنے

استاذِ محترم، اللہ کے ولی، بہت بڑے بزرگ کی یہ باتیں اس لیے بیان کررہا ہوں؛ تاکہ ہم سن کر کے اس پر عمل کرنے والے بنیں۔

پیدائش

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحبؒ گجرات کے پالنپور میں ''کالیڑا'' نام کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے، اندازہ ایسا ہے کہ تقریباً ۱۹۴۰ء میں آپؒ کی پیدائش ہوئی، حضرتؒ نے بہت محنت سے علم حاصل کیا، آپ کے علم حاصل کرنے کا زمانہ، کہاں کہاں علم حاصل کیا، یہ سب چیزیں کتابوں میں لکھی ہوئی اور چھپی ہوئی موجود ہیں۔

حضرتؒ کے پڑھنے کے زمانے کا ایک قصہ

میں حضرتؒ کے پڑھنے کے زمانے کا ایک قصہ آپ کو سناتا ہوں، ایک مرتبہ آپؒ بارڈولی تشریف لائے ہوئے تھے، اُس وقت آپ نے خود ایک مجلس میں یہ قصہ سنایا تھا، یہ قصہ والدین کے لیے اور پڑھنے والے بچے، بچیوں کے لیے إن شاء اللہ! بڑے فائدے اور عبرت کا ہے۔

حضرتؒ کو آپ کے والدِ مرحوم جناب یوسف بھائی مرحوم نے پالنپور شہر میں مصلح الامت حضرت مولانا نذیر میاں صاحب کشمیریؒ کے مدرسے میں داخل کیا تھا۔

حضرت مولانا نذیر میاں صاحبؒ جو علاقۂ پالنپور کے بڑے مجدّد اور مصلح ثابت ہوئے، جن کے حالات کے متعلق کتاب ''سوانحِ نذیری'' چھپی ہوئی ہے، لسان الدعوۃ والتبلیغ حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوریؒ اپنے بیانات میں مولانا نذیر صاحبؒ کا خوب تذکرہ کرتے تھے۔

ہمارے یہاں مدرسوں میں عام طور پر شوال کے مہینے میں داخلے (ایڈمشن) ہوتے ہیں، پھر ذی الحجہ کے مہینے میں بقرہ عید کی سب سے پہلی چھٹی آتی ہے جس میں عام طور پر دس، بارہ دن کی چھٹیاں ہوتی ہیں۔

جب مدرسے میں بقرہ عید کی چھٹی کے دن آئے تو حضرت کے والدِ مرحوم جناب یوسف بھائی اپنے چھوٹے سے گاؤں ''کالیڑا'' سے تقریباً تیس کلومٹر کے فاصلے پر پالنپور مدرسے میں اپنے بیٹے کو عید کی چھٹی میں اپنے گھر لے جانے کے واسطے تشریف لے گئے، مدرسے میں پہنچ کر مولانا نذیر میاں صاحبؒ سے درخواست کی کہ: بیٹے کو بقرہ عید کی چھٹی میں گھر لے جانے کے لیے آیا ہوں۔

اُس زمانے میں علاقے میں غریبی تھی تو حضرت مولانا نذیر میاں صاحبؒ نے پوچھا: بچے کو اپنے گھر کیوں لے جانا ہے؟

اگر گوشت کھلانے کے لیے لے جانا ہے تو ہم نے مدرسے میں طلبہ کے لیے بکرے کی قربانی کا انتظام کیا ہے؛ لہٰذا گھر سے زیادہ اچھا قربانی کا گوشت ہم مدرسے میں بچوں کو ان شاء اللہ! کھلائیں گے۔

حضرت الاستاذ مفتی سعید صاحبؒ نے فرمایا کہ: اُس زمانے میں علاقے میں غربت کی وجہ سے عام طور پر قربانی میں بڑے جانور کی قربانی ہوتی تھی اور بکرے کی قربانی تو بہت کم، کہیں کہیں ہوتی تھی۔

پھر حضرت مولانا نذیر میاں صاحبؒ نے فرمایا کہ: اور اگر گھر والوں کی ملاقات کے لیے لے جانا ہے تو اگر سب کی ملاقاتیں ہی کرواتے رہنا تھا تو پھر مدرسے میں داخلہ ہی کیوں کروایا؟

بہر حال ! مہتمم صاحب حضرت مولانا نذیر صاحبؒ نے چھٹی میں گھر لے جانے کی درخواست قبول نہیں کی اور آپ کے مرحوم والد صاحب حضرت مہتمم صاحب کے پاس سے اٹھ کر پالنپور شہر میں تشریف لے گئے۔

حضرت الاستاذ مفتی سعید صاحب نور اللہ مرقدہ فرماتے تھے کہ: مجھے یقین تھا کہ ابا واپس آئیں گے اور پھر سے مہتمم صاحب سے درخواست کریں گے اور مہتمم صاحب چھٹی دے دیں گے اور گھر جانے کا موقع ملے گا۔

فرمایا کہ: میں انتظار کرتا رہا، اس زمانے میں شام کو پانچ بجے پالنپور سے ہمارے گاؤں جانے کے لیے ایک بس چلتی تھی ، میں نے پانچ بجے تک انتظار کیا کہ والد صاحب آئیں گے؛ لیکن پانچ بج گئے اور والد صاحب دوبارہ تشریف نہیں لائے تو مجھے یقین ہو گیا کہ والد صاحب گھر چلے گئے ہیں۔

فرمایا کہ: میں نیا نیا طالبِ علم تھا، عمر بھی کم تھی ، اُس رات مجھے بہت رونا آیا، پوری رات میں رویا؛ اس لیے کہ مدرسے کے طلبہ کے لیے سب سے زیادہ پیاری چیز چھٹی ہوا کرتی ہے؛ حالاں کہ حقیقی بات یہ ہے کہ:

مکتبِ عشق کے انداز نرالے دیکھے	اسے چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

سبق یاد کرنے والوں کی اور محنت کرنے والے طالبِ علموں کی چھٹی نہیں ہوا کرتی؛ بلکہ نہ پڑھنے والے اور تفریح کرنے والوں کی چھٹیاں ہوا کرتی ہیں۔

فرمایا: پوری رات بہت رویا، سارے آنسو ختم کر دیے، وہ میری پہلی بقرہ عید مدرسے میں ہوئی، پھر مسلسل کئی سال تک مجھے گھر پر عید کرنے کا موقع نہیں ملا، علم حاصل کرنے اور اشاعت میں برابر مشغول رہا؛ بالآخر سولہ سال بعد میں نے گھر پر عید کی۔

اس قصے سے میں حضرت الاستاذؒ کے حوالے سے امّت کے طلبہ، طالبات اور ان کے والیوں کو یہ بات سمجھانا چاہتا ہوں کہ: ماں باپ کو بھی بچوں کے لیے قربانی دینی ہوتی ہے کہ میرا بچہ علم کے راستے میں رہے، دین سیکھنے میں رہے، مدرسے میں رہے، اس میں ماں باپ کی بھی قربانی ہے اور طلبہ اور طالبات بھی قربانی دیوے، جب سولہ عیدیں مسلسل علم کے راستے میں کی، ماں باپ نے قربانی دی، بیٹے نے قربانی دی، تب وہ بیٹا دارالعلوم دیوبند کا شیخ الحدیث بنتا ہے، ایسے ویسے نہیں بن جاتے۔

آج کل لوگ اپنے بچوں کے بارے میں بڑی بڑی آرزوئیں اور بڑی بڑی امیدیں تو بہت رکھتے ہیں، دعائیں بھی کرتے اور کرواتے ہیں؛ لیکن اصل جو قربانی دینی ہے وہ قربانی دینے کا جذبہ والدین کے اندر نہیں ہوا کرتا، یہ بہت بڑی اہم چیز ہے جو حضرت الاستاذؒ کی زندگی سے ہم سب کو سیکھنی چاہیے۔

اولاد کے نیک ہونے میں حلال کمائی کا اثر

حضرت الاستاذ کی سوانحِ حیات کے تعلق سے ایک دوسری بات عرض کرتا ہوں جو بہت اہم ہے:

اولاد کے نیک اور صالح ہونے میں کھانے پینے اور والدین کی حلال کمائی کا بھی بہت بڑا دخل ہوا کرتا ہے، میں نے کسی کتاب میں دیکھا تھا، اِس وقت حوالہ مجھے یاد نہیں ہے کہ: جب کوئی آدمی اپنی بیوی کے ساتھ رات کو جماع کرے اور غسل کرنے میں سستی کرے اور اس کی وجہ سے اس کی فجر کی نماز قضا ہوجائے تو اگر اس رات کے میاں بیوی کے ملنے کی وجہ سے حمل ٹھہرے گا اور اولاد نصیب ہوگی تو وہ اولاد نافرمان

بنے گی اور جو ماں باپ حلال کمائی نہیں کھاتے، حرام کمائی کھاتے ہیں اس کا اثر بھی اس کی اولاد پر پڑتا ہے کہ اس کی اولاد چور، حرام کار اور بدکار بنتی ہے؛ اس لیے میاں بیوی کو پوری زندگی اور خاص طور پر عورت کے پیٹ میں بچہ ہو اُس زمانے میں حرام سے اپنے آپ کو خوب بچانا چاہیے۔

آپؒ کے والد صاحب کا حلال کمائی کا اہتمام

اس پر میں حضرت الاستاذؒ کا ایک عجیب قصہ سناتا ہوں:

حضرتؒ کے مرحوم والد صاحب جناب یوسف بھائی جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل میں پڑھتے تھے، جس زمانے میں آپ کے والد ڈابھیل میں پڑھتے تھے اس زمانے میں علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ، مولانا سید بدرِ عالم صاحب میرٹھیؒ، حضرت علامہ محمد یوسف صاحب بنوریؒ ڈابھیل میں پڑھاتے تھے۔ آپ کے والد محدثِ کبیر حضرت مولانا بدرِ عالم صاحب میرٹھیؒ کے خاص خادم تھے تو وہ برکت آپ کی اولاد میں دیکھنے کو ملی اور آپ کے ہونہار بیٹے اتنے بڑے محدث بنے۔

معلوم ہوا کہ اللہ والوں کی خدمت کی برکت اولاد میں دیکھنے کو ملتی ہے۔

حضرت مولانا بدرِ عالم صاحب میرٹھیؒ مدینہ منورہ میں بقیع قبرستان میں مدفون ہیں۔

حضرت مفتی سعید صاحبؒ فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ مولانا بدرِ عالم صاحب میرٹھیؒ نے میرے والد صاحب کو یہ نصیحت کی کہ: یوسف! اگر تم اپنے لڑکوں کو اچھا عالم بنانا چاہتے ہو تو حرام اور ناجائز مال سے پرہیز کرنا اور بچوں کو بھی ناجائز اور حرام مال سے بچانا؛ کیوں کہ علم ایک نور ہے، ناجائز اور حرام مال سے جو بدن پروان چڑھتا ہے اس میں یہ نور داخل نہیں ہوا کرتا۔

حضرت مفتی سعید صاحب فرماتے ہیں کہ: اُس زمانے میں ہماری ساری قوم بنیوں کے پاس سود لینے دینے میں پھنسی ہوئی تھی اور میرے دادا جان نے بھی سودی قرض لے کر ایک زمین کرایہ پر لی تھی، والد صاحب اس زمانے میں ڈابھیل میں پڑھتے تھے، والد صاحب نے دادا سے کہا کہ: آپ نے یہ غلط کام کیا کہ بنیے سے سود لے کر زمین کرایہ پر لی، اس کی وجہ سے دادا جان ناراض ہوگئے اور والد صاحب کو الگ کر دیا، والد صاحب نے حرام سے بچنے کے لیے مجبوراً ڈابھیل میں پڑھنا چھوڑ دیا اور اپنا گھر سنبھالنا پڑا اور یوں نیت کی کہ: میں بھوکا رہوں گا؛ مگر حرام کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا؛ تاکہ اللہ تعالیٰ میری اولاد کو علمِ دین عطا کرے۔

بس اس نیت سے ڈابھیل چھوڑ دیا اور حلال کمائی میں مشغول ہوگئے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کے والد کے اس حلال کے اہتمام کی برکت سے ان کی اولاد میں بڑے بڑے علما پیدا فرمائے، جیسے محدثِ کبیر حضرت الاستاذ مفتی سعید احمد صاحبؒ اور ان کے دوسرے بھائی مفتی امین صاحب مدظلہ، وہ بھی دارالعلوم دیوبند میں استاذ ہیں اور مولانا حبیب الرحمن صاحب مدظلہ راندیر میں استاذ ہیں۔

آپ اندازہ لگاؤ! باپ اگر حلال روزی کا اہتمام کرے تو اللہ تعالیٰ اولاد کو کیسا نیک صالح اور کتنے اونچے درجے کا بزرگ بناتے ہیں!

بیعت وارادت

آپؒ نے اپنے پڑھنے کے زمانے میں قطبِ عالم حضرت شاہ عبد القادر رائے پوریؒ سے بھی بڑا استفادہ کیا، جب آپ سہارنپور میں پڑھتے تھے تو رائے پور حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ کی مجلس میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔

خلافت اور اجازتِ بیعت

اسی طرح قطبِ عالم، شیخ المشائخ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجرِ مدنیؒ سے آپ نے بیعت کا تعلق قائم کیا۔

اہل اللہ کی صحبت اور ان کے ساتھ اصلاحی تعلق بڑے سے بڑے علم والے کے لیے بھی بہت ہی ضروری ہے۔

حضرت مفتی مظفر حسین صاحب ناظمِ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپورؒ سے آپ کو خلافت اور اجازتِ بیعت بھی حاصل تھی۔

حضرت شیخ محمد زکریاؒ کا حضرت الاستاذؒ سے محبت کا ایک قصہ

حضرت شیخ زکریا صاحبؒ کو حضرت الاستاذ مفتی سعید احمد صاحب نور اللہ مرقدہ سے کیسی محبت تھی! ایک قصہ میں سناتا ہوں:

حضرت شیخ زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ کے خاص خادم بھائی صوفی انعام پانڈولی تھے، حضرت شیخ زکریا صاحبؒ کے متعلقین سب جانتے ہیں کہ بھائی صوفی انعام پانڈولیؒ نے حضرت شیخؒ کی کیسی خدمت کی!

صوفی انعام پانڈولی مرحوم نے خود مجھے سنایا کہ: ایک مرتبہ حضرت شیخ زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ جب مدینۃ المنورہ سے تشریف لائے اور آپ کا ہوائی جہاز دہلی ایئر پورٹ پر پہنچا اور ہم حضرتؒ کو لینے کے لیے ایئر پورٹ پر پہنچے تو جیسے ہی حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ ہوائی جہاز سے نکل کر تشریف لائے تو پہلا سوال یہ کیا کہ: میرے مفتی سعید خیریت سے ہیں؟

اُس زمانے کے کچھ حالات کے پیشِ نظر خاص طور سے یہ سوال کیا کہ: میرے مفتی سعید خیریت سے ہیں؟ ان کی طبیعت کا حال بتاؤ!

اندازہ لگاؤ کہ قطبِ عالم حضرت شیخ زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ کی نظر میں آپ کا کتنا اونچا مقام ہوگا!!

حضرت الاستاذ نے دار العلوم دیوبند میں پڑھانے سے پہلے چند سال دار العلوم اشرفیہ راندیر میں بھی پڑھایا ہے اور راندیر کے زمانے میں ہمارے حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم العالیہ نے بھی آپ سے پڑھا تو حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم العالیہ بھی آپ کے شاگردوں میں سے ہیں اور استاذ و شاگرد میں کیسا تعلق تھا وہ ان شاء اللہ! میں عرض کروں گا۔

حضرت مولانا محمد سعید صاحب بزرگؒ نے اسی زمانے میں آپ کو ڈابھیل تدریس کی دعوت پیش کی تھی، اور جامعہ کے ناظمِ کتب خانہ حضرت مہتمم صاحب کے معتمد حضرت مولانا موسیٰ صاحب بھڑکودروی مدّظلّہ کو دعوت نامہ لے کر وطن بھیجا تھا اور حضرت مولانا پالنپور سے آگے ایک جگہ بس سے اتر کر پیدل چل کر پہنچے تھے، اس کا عجیب وغریب واقعہ حضرت مولانا ہی سے سننے کے قابل ہے؛ لیکن اسی سال حضرت مفتی سعید صاحب کا دار العلوم دیوبند تقرر ہوگیا؛ اس لیے دعوت کو عملی جامہ پہنانے کا موقع نہیں مل سکا۔

قرآنِ کریم سے عجیب وغریب محبت

رمضان المبارک کے مہینے میں حضرت الاستاذ مختلف ملکوں سے آئی ہوئی دینی دعوت کو قبول فرمالیتے تھے: چنانچہ انگلینڈ، لندن (اسٹارم فورڈ ہل مسجدِ قبا)، امریکہ وغیرہ

ملکوں میں کئی مرتبہ حضرتؒ نے پورا پورا رمضان کا مہینہ گزارا، کبھی آدھا آدھا بھی ہوا؛ لیکن زیادہ تر یہی معمول رہا کہ پورا رمضان ایک ہی مسجد میں گزارتے تھے۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ: میں رمضان میں باہر ملکوں کی دعوت اس لیے قبول کرلیتا ہوں؛ تاکہ یکسوئی سے بیٹھ کر قرآن کی تلاوت کرسکوں، میرا رمضان قرآن کے لیے خاص ہے جس میں میزبانوں کے مقرر کردہ وقت کے علاوہ بقیہ اوقات میں کثرت سے قرآن کی تلاوت کرتا ہوں اور میزبانوں نے جو وقت مقرر کیا ہوتا ہے اس وقت میں درسِ قرآن دے دیتا ہوں۔ اسی لیے جہاں بھی حضرتؒ نے رمضان گزارا وہاں کی ایک بہت بڑی تعداد یہی گواہی دیتی ہے کہ آپؒ رمضان میں اکثر قرآنِ کریم کی تلاوت میں مشغول رہتے تھے۔

جس رمضان میں حضرتؒ کا انتقال ہوا اس سے پہلے والا رمضان آپ نے لندن میں اسٹام فورڈ ہل کی مسجدِ قبا میں گذارا؛ چونکہ بعض لوگ نادانی میں ویڈیو بنا لیتے ہیں؛ چنانچہ مجھے بھی کسی نے حضرتؒ کا گذشتہ رمضان کا ویڈیو بھیجا تھا، جس میں حضرتؒ مسجد میں بیٹھے مسلسل تلاوت کررہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی رمضان المبارک میں زیادہ سے زیادہ قرآنِ کریم کی تلاوت کی توفیق عطا فرماوے، آمین۔

اب رمضان کے علاوہ کی بات سنو! ایک مرتبہ دارالعلوم دیوبند کی طرف سے ختمِ نبوت کے سلسلے میں ایک اہم مجلس تھی، میں جمعرات کے دن سبق کے بعد سورت سے دہلی کی فلائٹ میں نکلا اور رات کو دہلی پہنچا، پھر وہاں سے دیوبند کے لیے روانہ ہوا، دیوبند پہنچتے پہنچتے رات کو بہت دیر ہوگئی تھی، حضرت الاستاذ شیخ الحدیث مولانا واجد حسین صاحبؒ

کے گھر رات دیر سے پہنچا، میں نے سوچا کہ فجر ہی میں حضرت الاستاذ مفتی سعید صاحب سے ملاقات کرلوں گا؛ چنانچہ حضرتؒ کے مکان کے قریب والی مسجد میں اذان کے وقت پہنچ گیا، آپؒ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فجر کے بعد اپنے ساتھ مجھے اپنے گھر لے گئے، گھر میں داخل ہونے کے بعد جتنے بھی افراد تھے ان سب کو تلاوت کے لیے قرآنِ شریف کے نسخے دیے گئے اور ایک خاص مقدار میں تلاوت ہوئی، تلاوتِ کلامِ پاک کے بعد مختلف علمی موضوعات پر گفتگو ہوئی، پھر ناشتہ ہوا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرتؒ کے یہاں رمضان المبارک کے علاوہ پورا سال ایک خاص وقت قرآنِ مجید کی تلاوت کے لیے متعین ہوتا تھا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی ایسی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

الحمد للہ! بارڈولی میں میری قیام گاہ پر حضرتؒ کی متعدد مرتبہ تشریف آوری ہوئی ہے، ایک مرتبہ رات کا قیام تھا، طبیعت ٹھیک نہ ہونے کی وجہ سے فجر کی نماز میرے مکان پر باجماعت ادا فرمائی اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد فوراً قرآنِ شریف لے کر تلاوت میں مشغول ہو گئے۔

محبت کا معیار اور بنیاد قرآنِ مجید کو بنایا

آپؒ کو قرآن سے اس قدر محبت تھی کہ جب بندے کو قرآنِ مجید کا آسان ترجمہ ''تیسیر القرآن'' تیار کر کے شائع کرنے کی سعادت حاصل ہوئی تو میں نے جس وقت حضرتؒ کی سورت تشریف آوری ہوئی اس موقع پر آپ کی خدمت میں اس کو پیش کیا، دیکھ کر آپؒ بہت خوش ہوئے اور خوب مبارک باد دی، بہت ساری دعائیں دیں اور فرمایا کہ: بہت آسان اور عام فہم ترجمہ ہے۔

پھر اِسی سال (۱۴۴۲ھ) ربیع الاول کے مہینے میں جب مرحوم بھائی سعید کی عیادت کی نسبت سے سورت تشریف لائے تو قرآنِ مجید کا ترجمہ اور حواشی کا تیسرا ایڈیشن ماشاءاللہ! بہت اچھا چھپا تھا وہ میں نے حضرت کی خدمت میں پیش کیا تو آپؒ نے مختلف جگہوں سے بغور اس کو دیکھا۔

پھر جب جامعہ ڈابھیل تشریف لائے تو دفترِ اہتمام میں بہت پرلطف ایک طویل علمی مجلس ہوئی، اس مجلس میں ارشاد فرمایا کہ: مفتی محمود سے تعلقات تو بہت سالوں سے ہیں؛ لیکن جب سے انھوں نے ترجمۂ قرآن اور قرآن کے حواشی کا کام کیا ہے تب سے مجھے ان سے قلبی محبت ہوگئی ہے اور اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ: جو بھی قرآنِ مجید کی خدمت کرتا ہے مجھے اس سے قلبی محبت اور تعلّق ہو جاتا ہے۔

سبحان اللہ! محبت کا معیار اور بنیاد قرآنِ مجید کو بنایا۔

قرآن کی وجہ سے محبت کرنے والوں کا مقام ومرتبہ

اس موقع پر ایک بہت اہم حدیث پیش کی جاتی ہے:

عَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللهِ لَأُنَاسًا مَاهُمْ بِأَنْبِيَاءٍ وَلَا شُهَدَاءَ يَغْبِطُهُمُ الأَنبياءُ والشهداءُ يومَ القيامةِ بِمَكَانِهِمْ مِنَ اللهِ. قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! تُخْبِرُنَا مَنْ هُمْ؟ قَالَ: هُمْ قَوْمٌ تَحَابُّوا بِرُوحِ اللهِ عَلَى غَيْرِ أَرْحَامٍ بَيْنَهُمْ وَلَا أَمْوَالٍ يَتَعَاطَوْنَهَا فَوَاللّٰهِ إِنَّ وُجُوهَهُمْ لَنُورٌ وَإِنَّهُمْ لَعَلَى نُورٍ لَا يَخَافُونَ إِذَا خَافَ النَّاسُ وَلَا يَحْزَنُونَ إِذَا حَزِنَ النَّاسُ. وَقَرَأَ الْآيَةَ: (أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُم يحزنونَ) (رَوَاهُ اَبُو دَاوُد)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ کے

بندوں میں سے کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو نہ تو انبیا ہیں اور نہ شہدا؛ لیکن قیامت کے دن اللہ کے پاس ان کے مقام ومرتبہ پر انبیاؑ اور شہدا بھی رشک کریں گے۔ صحابہؓ نے عرض کی: اللہ کے رسول! آپ ہمیں بتائیں کہ وہ کون لوگ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ لوگ ہیں جو آپس میں نہ تو کسی رشتے ناتے کی وجہ سے محبت کرتے ہیں، نہ کسی مالی شرکت کی بنا پر؛ بلکہ وہ محض اللہ کے حکم اور قرآن کی وجہ سے باہم محبت کرتے اور لین دین کرتے ہیں، اللہ کی قسم! ان کے چہرے چمکتے ہوں گے اور وہ نور (کے منبروں) پر ہوں گے، اور جب دیگر لوگ خوف میں مبتلا ہوں گے تو وہ خوف زدہ نہیں ہوں گے اور جب دیگر لوگ غم کا شکار ہوں گے تو وہ غم زدہ نہیں ہوں گے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ''سن لو! بے شک اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔'' (رواہ ابوداؤد)

اللہ تعالیٰ سے ہم امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اور حضرت الاستاذؒ کو اس حدیث کا صحیح مصداق بنائیں گے۔

درسِ قرآن کی درخواست

چوں کہ بندے کا تقریباً ۱۳، ۱۴/سال سے سورت شہر کے صلابت پورہ میں درسِ قرآن کی مجلس کا سلسلہ ہے تو پیر کے روز میں نے درخواست کی کہ: حضرت! آج آپ کا درسِ قرآن ہوجائے؛ تاکہ امت کو کچھ فائدہ ہوجائے۔

حضرتؒ نے دعوت تو قبول فرمائی؛ لیکن ساتھ میں یہ شرط لگائی کہ درس تو تو دے گا، میں صرف سنوں گا اور اخیر میں دعا کرادوں گا۔

بندے نے حضرت کے اس حکم کو بھی اپنی سعادت سمجھ کر کے قبول فرمالیا؛ اگرچہ عشا کے وقت علالت کی وجہ سے حضرت تشریف نہ لاسکے۔

تلاوت کے وقت آیات میں غور وفکر کرنا

ایک موقع پر مجھ سے فرمانے لگے کہ: جب میں قرآن کی کسی آیت پر پہنچتا ہوں تو میں خود قرآن کی آیتوں میں غور کرتا ہوں کہ باری تعالیٰ کیا ارشاد فرمانا چاہتے ہیں؟ باری تعالیٰ کا منشا کیا ہے؟ اور تفاسیر کو دیکھنے کے بجائے میں نفسِ آیات میں غور کر کے اس کا مفہوم لکھنے کی کوشش کرتا ہوں۔

سبحان اللہ! کتنا پیارا طریقہ ہے!!

امام ابن کثیرؒ جیسے مفسر نے بھی اس طرح کی بات ارشاد فرمائی ہے کہ:

القراٰن یفسر بعضه بعضا.

قرآن کی بعض آیتیں دوسری بعض آیتوں کی تفسیر کرتی ہیں۔

یعنی قرآن کی مختلف آیتوں میں غور کرنے سے قرآن کی آیتوں کی مراد بہت آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے۔

قرآن کو دھیان سے سننا اور اچھا پڑھنے والے کو اس پر مبارک بادی دینا

اگر کوئی آدمی اچھی آواز سے قرآن کی تلاوت کرتا تو آپؒ دھیان سے اس کی تلاوت کو سنتے تھے اور اس کو اس پر مبارک باد بھی دیتے تھے؛ چنانچہ کچھ عرصہ پہلے گھر

پر تشریف آوری ہوئی، عشا کی نماز گھر ہی میں ادا فرمائی، عزیزم قاری عبد اللہ ابن قاری عبد الرحمن بزرگ سملکی زید فضلہ نے نماز پڑھائی، نماز کے بعد بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ: بہت ہی عمدہ اور بہت صحیح قرآن پڑھا، پھر پوچھا کہ: کس سے فن پڑھا؟

قاری عبد اللہ نے جواب دیا کہ: حضرت الاستاذ قاری احمد اللہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ سے۔

آپ نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور بہت مبارک بادی اور دعائیں دیں اور فرمایا کہ: اگر ترقی چاہتے ہو تو مشق میں پابندی کرو۔

بہر حال! یہ قرآن اللہ کی مبارک کتاب ہے؛ اس لیے جو بھی آدمی اس سے محبت کرے گا، اس کی تلاوت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو آخرت میں تو نوازیں گے ہی؛ لیکن اس کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی اس کو نوازا جائے گا۔ روایتوں میں آتا ہے:

عن انس بن مالك رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ إن لله أهلين من الناس، فقيل: من اهل الله منهم؟ قال: اهل القرآن هم اهل الله و خاصته. (اخرجه النسائي في السنن الكبرى، ابن ماجه و احمد)

یعنی قرآن پڑھنے والے، پڑھانے والے، قرآن کی صحیح تلاوت کرنے والے، قرآن کی تفسیر کرنے والے، قرآن کی تفسیر سننے والے یہ سب اللہ کے خاص لوگ ہیں، اللہ کے گھر والے سمجھے جائیں گے۔

اتباعِ سنت کا عجیب جذبہ

حضرت الاستاذؒ کی اتباعِ سنت کی کچھ باتیں:

آپؒ کا کرتہ مبارک ہمیشہ آدھی پنڈلی تک ہوتا تھا اور بیچ میں کٹ نہیں ہوتا تھا۔

آپؒ اپنے سر پر بھی بکثرت عمامہ باندھتے تھے۔
آپؒ ہمیشہ سفید کپڑے پہنتے تھے۔ چہرے پر اتباعِ سنت کا ایک نور ہوتا تھا۔

بندے کی آستانۂ فقیہ الامتؒ میں پہلی عید الاضحیٰ

جب میں مدرسہ ہدایت الاسلام عالی پور میں مدرس تھا اور میرے تدریس کا پہلا سال تھا، عید الاضحیٰ کے موقع پر اہلیہ کے ساتھ دیوبند چھتہ مسجد حاضری کی سعادت حاصل ہوئی، اس سال ہم نے بقرہ عید میرے مرشد اور استاذ فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کے ساتھ دیوبند میں کی، ویسے رمضان اور رمضان عید تو ماشاء اللہ! کئی مرتبہ حضرت کے ساتھ نصیب ہوئی؛ لیکن اس سال پہلی مرتبہ بقرہ عید بھی دیوبند میں حضرتؒ کے ساتھ نصیب ہوئی۔

عید کے خطبے میں اتباعِ سنت

بہر حال! ہم عید کی نماز ادا کرنے کے لیے دار العلوم دیوبند کے مہمان خانے کے سامنے والی اصل قدیم مسجد میں حضرت فقیہ الامتؒ کے ساتھ پہنچے، حضرت الاستاذ مفتی سعید صاحب نور اللہ مرقدہ نے عید کی نماز پڑھائی اور خطبہ دیا، پورے خطبے میں قربانی کے احکام اور عید الاضحیٰ کے متعلق ضروری باتیں بیان کی اور بالکل سنت کے مطابق خطبہ دیا؛ چنانچہ جب کلمۂ شہادت آیا تو آپ نے باقاعدہ خطبے میں شہادت کی انگلی اٹھائی، عام طور پر ہمارے یہاں خطبہ دینے والے خطیب حضرات اس کا لحاظ نہیں کرتے ہیں؛ حالاں کہ حدیث میں یہ چیز موجود ہے کہ خطبے میں جب کلمۂ شہادت آئے تو شہادت کی انگلی اٹھانی چاہیے۔ سبحان اللہ! اتباعِ سنت کا کیسا جذبہ ہے!!

بچے کے ساتھ شفقت کا معاملہ

ایک مرتبہ والد صاحب مرحومؒ والے مکان میں حضرت الاستاذ کی تشریف آوری ہوئی تو میں نے اپنے ایک شیر خوار بچے کو دعا کی نیت سے حضرت الاستاذ کے سامنے پیش کیا تو آپؒ نے سنت کے مطابق بچے کو گود میں لیا، بوسہ دیا اور حضرت نبیٔ کریم ﷺ جس طریقے سے بچوں کے ساتھ سلوک فرماتے تھے، بالکل اسی انداز میں آپ نے بچے کے ساتھ شفقت کا معاملہ کیا۔

مصافحہ کا سنت طریقہ

اتباعِ سنت کی ایک اہم بات جس کو دیکھنے والے افراد سینکڑوں کی تعداد میں موجود ہیں کہ جب کبھی آپؒ کا کہیں بیان ہوتا اور لوگ مصافحے کے لیے بھیڑ کرتے تو حضرتؒ لوگوں سے یوں فرماتے کہ:

سنو! داعیٔ کبیر حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوریؒ ایسے بڑے مجمع کے موقع پر علی الاعلان ایک سلام کر دیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ: میں آپ لوگوں کو سلام کرتا ہوں، آپ لوگ سلام کا جواب دے دو۔

لیکن میں تم کو ایک حدیث سناتا ہوں:

عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ عن النبي ﷺ قال : إذا التقى المسلمان فتصافحا و حمدا الله عزّ و جلّ واستغفراه غفر لهما. (ابوداؤد:۵۲۱۱)

حدیث شریف کا حاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ: جب دو مسلمان آپس میں ملے اور دونوں اللہ تعالیٰ کی حمد اور تعریف کرے اور دونوں اللہ تعالیٰ سے استغفار؛ یعنی گناہوں

پر معافی مانگے تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔

یہ حدیث لوگوں کو سنا کر فرماتے: پہلے اس حدیث میں مصافحے کا جو سنت طریقہ بتایا گیا ہے اس کو سمجھو!

اور پھر فرماتے کہ: جو بھی اس پر عمل کرے گا تو میں پوری رات استغفار اور سلامتی کی دعا کے لیے بیٹھنے کو تیار ہوں؛ لیکن لوگ اب سنت طریقے سے مصافحہ نہیں کرتے؛ اس لیے اس مجلس میں تم لوگ پہلے مجھ سے مصافحے کا سنت طریقہ سن لو اور اس پر عمل کرو، پھر میں آئندہ آؤں گا تو مسنون طریقے سے تم سے ملاقات کروں گا۔

پھر تنبیہ فرماتے کہ بہت سے لوگ ملاقات کرنے کے لیے آتے ہیں تو صرف ہاتھ ملاتے ہیں، سلام بھی نہیں کرتے؛ حالاں کہ حدیث شریف میں جو طریقہ بتلایا گیا ہے اس طریقے سے کرنا چاہیے۔

پھر یوں فرماتے کہ: دیکھو! اگر بدن کا کوئی حصہ دوسرے کے ساتھ لگ جاوے تو اسی کا نام مصافحہ ہے تو اس کے لیے ہاتھ بڑھانے کی کیا ضرورت ہے، تم ایک پیر اٹھا کر میرے پیر پر مارو، میں اپنا پیر تمھارے پیر پر ماروں۔ اس طرح بھی بعض مرتبہ تنبیہ فرماتے تھے۔

بہر حال! مصافحے میں بھی سنت کی اتباع کا بڑا لحاظ ہوتا تھا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی سنت طریقے کے مطابق مصافحہ اور ملاقات کرنے کی توفیق اور سعادت عطا فرمائے اور جو غلط چیزیں ہمارے اندر رائج ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کی اصلاح کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

کفایت شعاری

اب یہاں سے کچھ متفرق باتیں عرض کرتا ہوں:

ایک سفر کے دوران پان بنا کر کھلانے کی سعادت حاصل ہوئی، اس موقع پر ارشاد فرمایا کہ: پان میں جتنی چیزیں موجود ہوتی ہیں میں اس سے کام چلا لیتا ہوں، ضروری نہیں کہ تمام چیزیں موجود ہی ہوں؛ بلکہ جتنی چیزیں موجود ہوتی ہیں اس سے میں کام چلا لیتا ہوں۔

اسی کو ''کفایت شعاری'' کہتے ہیں جسے آج ہماری زندگی میں لانے کی بہت ضرورت ہے، ہم لوگوں نے ہمارے زندگی ایسی تکلف والی بنا رکھی ہے کہ فلاں چیز ہوگی تو ہی کام چلے گا؛ ورنہ نہیں۔

بے تکلفی

ایک مرتبہ ہمارے جامعہ ڈابھیل کے موجودہ مہتمم: حضرت مولانا احمد بزرگ صاحب دامت برکاتہم کے ساتھ دیوبند حضرت کے گھر پر حاضری ہوئی، جب صبح کے ناشتے کا وقت ہوا تو گھر میں سے پلیٹ بھر کر کے شوربہ آیا اور روٹی آئی، فرمایا کہ: کل ہمارے یہاں عقیقہ تھا؛ لیکن بوٹیاں ختم ہوگئی ہیں؛ اس لیے صرف شوربہ ہے، اس کو روٹی کے ساتھ کھالو!

کیسی بے تکلفی کہ صاف فرمادیا کہ: کل عقیقہ تھا، کل گوشت پکا تھا، بوٹیاں ختم ہوگئیں، صرف شوربہ ہے۔

یہی ادب بھی ہے کہ: اگر اچانک مہمان آجائے تو اول مرحلے میں جو گھر میں موجود

ہو وہی پیش کردو، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سیرت میں بھی ہے کہ:

وَلَقَدۡ جَآءَتۡ رُسُلُنَآ اِبۡرٰهِيۡمَ بِالۡبُشۡرٰى قَالُوۡا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنۡ جَآءَ بِعِجۡلٍ حَنِيۡذٍ ﴿۶۹﴾

ترجمہ: اور پکی بات یہ ہے کہ ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس (انسانی شکل میں بیٹا (حضرت اسحاق علیہ السلام) پیدا ہونے کی) خوش خبری لے کر آئے تو ان فرشتوں نے (آکر) کہا کہ: سلام، تو اس (ابراہیم) نے بھی (جواب میں) کہا: سلام، سو اس (ابراہیم) نے دیر نہیں لگائی کہ ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ مہمان آوے تو سب سے پہلے جو حاضر ہو وہ پیش کردو، بعد میں دوسرا اہتمام کرو۔ (از تیسیر القرآن)

فضول خرچی سے پرہیز

ایک مرتبہ لندن میں مسجدِ قبا میں بیان کے دوران کھانسی آئی تو کسی نے ٹشو کا باکس سامنے کیا، حضرت نے اس پر ایک بڑی عجیب تنبیہ فرمائی کہ: آپ لوگ ٹشو کے استعمال میں بھی بڑا اسراف کرتے ہو، آپ لوگوں میں سے ایک ایک آدمی کو روزانہ ایک ایک باکس ٹشو کا چاہیے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے جس میں تم اسراف سے کام لیتے ہو، اس پر بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں پوچھ ہوگی۔

ضرورت کے موقع پر ایک دو کاغذ استعمال کرلو، یہ بھی ایک طرح کا رومال ہے، اس کو بلاوجہ فضول استعمال مت کرو۔

دیکھو! اللہ والوں کی نظریں کتنی باریک ہوتی ہیں!!

ایک عجیب تنبیہ

کئی سال پہلے ٹورنٹو میں مقیم جوگواڑ کے قاری شبیر ابن قاری صالح صاحب کی رفاقت میں حضرتؒ کے ساتھ ایک سفر کرنے کی مجھے سعادت حاصل ہوئی، حضرت دیوبند سے اکیلے تشریف لائے ہوئے تھے۔

قاری شبیر صاحب کے ساتھ ماروتی وین میں اس علاقے کے ایک مدرسے میں ہماری حاضری ہوئی، اس مدرسے کے مہتمم صاحب نے بہت عجیب انداز میں اپنے مدرسے کے شیخ الحدیث صاحب کی ملاقات کرائی کہ: حضرت! یہ شیخ الحدیث ہیں اور اس وقت گجرات کے تمام مدارس کے سب سے کم عمر کے شیخ الحدیث یہی ہیں، ان کی عمر کچھ پچیس چھبیس سال کی بتلائی۔

حضرت الاستاذ نے ایک بڑا عجیب جواب دیا کہ: جناب! ایسا مت کہو کہ: یہ شیخ الحدیث ہیں؛ بلکہ یوں کہو کہ: یہ ہمارے مدرسے میں بخاری شریف پڑھاتے ہیں؛ اس لیے کہ آدمی شیخ الحدیث تو سالہا سال تک حدیث کی مختلف کتابیں پڑھاوے اور پھر سالہا سال تک بخاری شریف پڑھاوے تب جاکر وہ ''شیخ الحدیث'' کہلانے کے قابل بنتا ہے۔

کیسے عجیب انداز میں تنبیہ فرمائی!!

دوٹوک حق بات کہنا

الحمدللہ! ہمیشہ حق بات کہنے کے لیے آپ مستعد اور تیار رہتے تھے، کسی بھی جگہ پر قرآن، حدیث اور شریعت کی روشنی میں جو بات آپ حق سمجھتے تھے اس کو کہہ دینے میں

کبھی کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے تھے؛ چاہے سامنے بڑے سے بڑا مجمع ہی کیوں نہ ہو اور بڑے سے بڑا آدمی کیوں نہ ہو، آپ جس بات کو حق سمجھتے اس کو دوٹوک فرمادیا کرتے تھے۔

گویا مسلکِ دیوبند کے آپ اس دور کے واقعی ترجمان اور بے باک حق گو تھے۔ آپؒ اپنی زبان، قلم، اور عمل کے ذریعہ دیوبندیت کیا چیز ہے اس کی صحیح معنی میں ترجمانی کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان ''ما انا علیه واصحابی'' کا نمونہ اور اس کی جیتی جاگتی عملی شکل؛ یعنی دیوبندیت جو کہ اہلِ سنت والجماعت کی ایک بہترین عملی چلتی پھرتی مثال ہے اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ایک خاص ملکہ

آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایک خاص ملکہ عطا فرمایا تھا، دین کا کوئی بھی مشکل کام ہوتا آپ اس کو بہت ہی سہل انداز میں پیش فرمادیتے تھے؛ چنانچہ جب حضرت کی کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' شرح ''رحمۃ اللہ الواسعۃ'' آئی تو حضرت مولانا قمر الزماں صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی مبارک زبان سے میں نے خود سنا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ کا ترجمہ کرنا بہت ہی مشکل کام تھا؛ لیکن حضرت مفتی صاحب نے اس کو بہت ہی آسان انداز میں پوری وضاحت کے ساتھ حل فرمادیا۔

تنقید کرنے والوں کو تنبیہ: کام کا جواب کام سے دینا چاہیے

جب ترمذی شریف کی تقریر ''تحفۃ الالمعی'' کی پہلی جلد چھپ کر آئی تو ایک مولانا

صاحب نے اپنے رسالے میں اس پر تبصرہ لکھا اور وہ تبصرہ بھی کوئی مناسب نہیں تھا۔

اس کے کچھ عرصے کے بعد حضرت الاستاذؒ کی ڈابھیل مجلسِ شوری میں یا کسی اور پروگرام کے موقع پر تشریف آوری ہوئی۔ ہم نے تذکرہ کیا کہ: تحفۃ الالمعی کے بارے میں فلاں عالم صاحب نے اپنے رسالے میں تبصرہ لکھا ہے۔

اس پر حضرتؒ نے جو جواب دیا وہ بڑا عجیب وغریب جواب تھا، ہم دین کا کام کرنے والوں کے لیے ہمت دلانے والا جواب تھا، فرمایا کہ:

کام کا جواب کام سے دو، انھوں نے میری ترمذی کی شرح پر یہ تبصرہ لکھا تو میں نے فوراً بخاری شریف پر کام شروع کر دیا اور ''تحفۃ القاری'' ماشاء اللہ! امت کے سامنے آ گئی۔

پھر فرمایا: ایسے تبصروں کے پیچھے کہاں تم دھیان دیتے پھروگے؟ اگر ہم سے کوئی واقعی غلطی اور چوک ہوئی ہے تو سر آنکھوں پر، ہم فوری اصلاح کرلیں گے۔

اور واقعہ بھی یہی ہے، آپ حضرت کی بخاری شریف کی شرح کی آخری جلد دیکھ لیجیے! اس میں جو علمی ملحوظات جن محقق علما نے حضرت کو پیش کیے جیسے ہمارے حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم العالیہ نے کچھ ملاحظات بھیجے، مفتی محمد فاروق صاحب لوہاروی دامت برکاتہم نے لندن سے ملاحظات بھیجے تو ان کو حضرتؒ نے بڑے اکرام سے نوازا اور ان کے بارے میں بڑے اچھے الفاظ لکھے اور وہ ملحوظات اپنی شرح میں شامل بھی کر لیے۔

لیکن جو تبصرہ ایسے ہی آئے تو اس کے بارے میں حضرت فرمایا کرتے تھے کہ: اس کی طرف دھیان مت دو، اپنے کام میں لگو، کام کا جواب کام سے دو!

کوئی تمھارے کام میں بلاوجہ انگلی اٹھاوے، بلاوجہ اشکالات کرے تو اس کے جواب دینے کے چکر میں مت پڑو؛ بلکہ کام جاری رکھو، کام میں آگے بڑھو، جب تم ایسا کروگے تو وہ سامنے والا اشکال کرنا ہی چھوڑ دے گا کہ یہ آدمی تو ہمارے اشکال اور اعتراض پر کوئی دھیان ہی نہیں دیتا ہے، پھر وہ چپ اور خاموش ہو جائے گا۔

دین کا کام کرنے والوں کو یہی طرز اپنانا چاہیے، اگر ہم لوگوں کے بے جا اشکالات اور تبصروں کے پیچھے پڑیں گے تو ہمارا کام وہیں کا وہیں رہ جائے گا اور کچھ بھی کام ہم سے نہیں ہو پائے گا۔

زمانہ گزرنے کے ساتھ ایسے تبصرے ختم ہو جاتے ہیں اور اخلاص سے کیا ہوا کام باقی رہتا ہے۔

ہاں! اگر اخلاص کے ساتھ واقعی ہم کو کوئی غلطی بتلائے تو اس کی اصلاح کر لینی چاہیے؛ لیکن بے کار تبصروں کے چکر میں نہیں پڑنا چاہیے۔

یہ چیز ہم نے حضرت الاستاذ نوراللہ مرقدہ سے سیکھی، جو دین کا کام کرنے والے ہر ایک آدمی کے لیے بہت ضروری ہے۔

اپنا دکھ درد بھول کر دوسروں کے درد میں شامل ہونا

جب حضرتؒ کے بڑے صاحب زادے مولوی رشید احمد کا ایکسیڈنٹ میں انتقال ہوا تھا تو اُس وقت حضرت انگلینڈ تھے، جب سفر سے واپسی ہوئی اور دیوبند تشریف لائے تو پہلے ان لوگوں کے گھروں پر تشریف لے گئے جو اُس ٹرک کے حادثے میں وفات پا گئے تھے، ان مرحومین کے لیے ایصالِ ثواب کیا، دعائیں دیں اور ان کے گھر

والوں کو کچھ ہدیہ دیا؛ چونکہ کوئی کسان تھا، کوئی مزدور تھا، پھر اپنے گھر تشریف لے گئے۔

دیکھیے! اپنے گھر میں اتنا بڑا حادثہ ہوگیا، بہو بیوہ ہوچکی ہے، اس کے باوجود حضرت اپنے دکھ درد کو بھول کر دوسروں کے درد میں شامل ہو گئے، سبحان اللہ! کتنے اچھے اخلاق ہیں!!

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی حسنِ اخلاق کی دولت سے مالا مال فرمائے۔

حضرتؒ پر سحر (جادو) کا اثر

حضرتؒ کو سحر (جادو) کے اثرات نے بھی بہت پریشان کیا، مختلف عاملوں سے علاج کا سلسلہ بھی رہا، ایک مرتبہ دبئی میں مقیم ایک عامل سے علاج ہوا، اسی دوران دار العلوم دیوبند میں ختمِ نبوت کے سلسلے میں ایک اہم مجلس تھی (جس کا تذکرہ پیچھے گذرا) فجر کی نماز حضرتؒ کے ساتھ پڑھنے کے لیے حضرت کے مکان کے قریب والی مسجد میں حاضری ہوئی، اس وقت حضرت مکان سے تشریف لائے اور یہ وِرد ہو رہا تھا:

لاحول ولاقوة الا باللہ لا ملجا ولا منجا من اللہ الا اليك.

مسلسل وِرد فرما رہے تھے، مصافحہ و معانقہ ہوا، بہت خوشی کا اظہار فرمایا، فجر کی نماز کے بعد گھر ساتھ لے گئے اور ارشاد فرمایا کہ: ابھی دبئی میں جس عامل سے علاج شروع کروایا ہے اس نے یہ وظیفہ دیا ہے، یہ سحر کا بھی وظیفہ ہے، یہ بہت اچھا وظیفہ ہے؛ اس لیے کہ اس کا مضمون بہت ہی عمدہ اور شاندار ہے، پڑھنے میں ایمان کی بڑی تازگی ہے؛ اس لیے میں بہت لطف سے اس کو پڑھتا ہوں، ۵۰۰ مرتبہ انھوں نے بتایا ہے۔

ایک مرتبہ حضرتؒ کا ملاوی کا سفر تھا، ملاوی میں ہمارے جامعہ ڈابھیل کے پرانے

فیض یافتہ لوگوں میں مالدیپ کے شیخ ادریس صاحب موجود ہیں جو سلیمہ میں ایک دار العلوم کے شیخ الحدیث اور ذمّے دار ہیں ، ہمارے حضرت مفتی احمد صاحب سے متعلق ہیں اور بہت اچھے عامل ہیں، حضرت مفتی احمد صاحب نے ان کو فون کے ذریعے اطلاع کردی کہ حضرت مفتی سعید صاحب تشریف لارہے ہیں، آپ کو ان کا علاج کرنا ہے، تو مولانا ادریس صاحب نے اپنی سعادت سمجھتے ہوئے عرض کیا کہ: میں ان شاء اللہ! اپنی جان کی بازی لگا کر حضرت کا علاج کروں گا، آپ امت کی بہت بڑی امانت ہے، پھر جب ملاوی سے واپسی ہوئی تو ایک ملاقات کے موقع پر بندے نے عرض کیا کہ: مولانا ادریس صاحب کے ساتھ کیسا معاملہ رہا؟ فرمایا کہ: وہ فن کے ماہر عامل ہیں، اور انھوں نے بہت محنت کی اور میری بہت خدمت کی۔

سحر انسانی درندوں کا ایک قاتل زہر

جس سال بندہ دار العلوم دیوبند میں دورۂ حدیث شریف میں تھا، ہمارے اصل گجرات، سورت ضلع کے ''مولانا عبد القادر ملیک پوری صاحب''؛ ''بوسوانہ'' (افریقہ) سے تشریف لائے ہوئے تھے، ان کی معیت میں حضرت الاستاذ: حضرت مفتی سعید احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کی ملاقات کے لیے ان کے مکان پر حاضری کی سعادت نصیب ہوئی، مولانا عبد القادر ملیک پوری صاحب حضرت الاستاذ کے پرانے زمانے کے تلامذہ میں سے تھے۔

اس زمانے میں اور اس کے بعد بھی حضرت کو بہت ساری مشکلات سے گزرنا پڑا؛ کیوں کہ حضرت والا پر ساحرین کے مسلسل حملے ہو رہے تھے، مولانا عبد القادر ملیک

پوری صاحب حضرت والا سے پوچھنے لگے کہ: حضرت! اب سحر والا معاملہ کیسا ہے؟ اس کے جو اثرات تھے وہ کیسے ہیں؟

میں نے ان سے بعد میں اس سوال کے بارے میں تفصیل پوچھی تو وہ فرمانے لگے: اس زمانے میں سفلی عمل اور سحر کرنے والوں کی ایک جماعت حضرت کے پیچھے لگی ہوئی تھی، ہم کو جب یہ بات پتا چلی کہ ساحر لوگ قبرستان میں جا کر حضرت پر اس طرح کے عمل کرتے ہیں، چناں چہ اس کے بعد ہم مخلص وفادار طلبہ رات میں جماعت بنا کر دیوبند کے قبرستانوں میں جایا کرتے تھے، اس کے نتیجے میں بہت سی مرتبہ ہم کو ایسی چیزیں ملی بھی تھی جو سحر کرتے وقت استعمال کی جاتی ہیں۔

مصائب کے باوجود استقامت کے پہاڑ تھے

خلاصۂ کلام یہ کہ حضرت والا کو بڑے مصائب اور آلام کا سامنا کرنا پڑا، اس کے باوجود حضرت والا اللہ تعالیٰ کی رضا اور دار العلوم کی عظمت کی خاطر استقامت کے پہاڑ بن کر وہاں جمے رہے اور اپنی پوری زندگی اسی جگہ صرف کردی۔

حضرت فرمایا کرتے تھے: مشکلات تو آئی مگر ''زمیں جنبد، نہ جنبد گل محمد۔''

سائل کا منشا سمجھ جاتے تھے

حضرتؒ اپنے پاس حاضر ہونے والے کی بات کا اپنی خداداد فراست کے ذریعے سے بہت تیزی سے اندازہ لگا لیتے تھے کہ سائل کا منشا کیا ہے؟ اور آنے والے کا مقصد کیا ہے؟

ایک مرتبہ میں حضرت کی خدمت میں دیوبند کے پہلے والے مکان پر حاضر تھا،

ایک صاحب آئے اور عرض کرنے لگے کہ: حضرت میں نے ایک خواب دیکھا ہے اور اس میں آپ مجھے انڈے لکھ کر دے رہے ہیں۔

آپ نے فوراً بے تکلف فرمایا کہ: بہت اچھا! لے آؤ انڈے، میں لکھ کر دے دیتا ہوں۔

برائے استقرارِ حمل

شاید اس میں اس علاج کی طرف اشارہ ہے کہ جن کے یہاں شادی کے بعد اولاد نہ ہوتی ہو تو وہ حسبِ ذیل انڈوں والا عمل کرے:

تین انڈے لے کر اُبال لیا جائے، پھر اس کے چھلکے اتار کر ایک انڈے پر:

﴿وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ﴾ لکھیں، یہ انڈا شوہر کھائے۔

دوسرے انڈے پر:

﴿وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ﴾ لکھیں، یہ انڈا عورت کھائے۔

تیسرے انڈے پر:

﴿وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ لکھیں، اس انڈے کے دو حصے کر کے میاں بیوی ایک ایک حصہ کھالیں، پھر اسی رات کو شوہر بیوی سے صحبت کرے۔

عورت جب حیض سے پاک ہو تو غسل کے بعد پہلی رات کو یہ عمل کیا جائے، اگر ایک مرتبہ میں حمل ٹھہر گیا تو ٹھیک؛ ورنہ دوسرے مہینے میں حیض سے پاک ہونے کے بعد اسی طرح کریں، ان شاء اللہ! حمل ٹھہر جائے گا۔ جب تک حمل نہ ٹھہرے ہر مہینے حیض سے پاک ہونے پر ایسا عمل کرتے رہیں۔

نوٹ: میرے مرشدِ اول حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہیؒ اور مرشدِ ثانی حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم بھی اولاد کے لیے یہ عمل دیتے ہیں اور حضرت الاستاذ مفتی سعید صاحبؒ کے مرشد حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ سے بھی بندے نے بلاواسطہ یہ عمل سنا ہے، انھوں نے اپنے شاگرد اور میرے استاذ حضرت مولانا مفتی موسیٰ کچھولویؒ کے یہاں اولاد نہیں تھی اس نسبت سے یہ عمل بتلایا تھا۔

جلسوں سے قادیانیت ختم نہیں ہوتی
قادیانیت روکنے کی بہترین تدبیر

جب جامعہ ڈابھیل میں ''شعبۂ تحفظِ شریعت'' کا باقاعدہ قیام عمل میں آیا تو اس سلسلے میں جامعہ کی طرف سے حضرت مفتی ابوبکر صاحب مدظلہ اور بندے کو دیوبند، سہارنپور میں جو فرقِ باطلہ کے سلسلے میں کام ہوتا ہے اس کا نہج اور طریقۂ کار دیکھنے جانے کے لیے سفر کی سعادت حاصل ہوئی، عصر کی نماز کے بعد جب حضرتؒ کے گھر پر حاضری ہوئی تو مختلف باتیں سامنے آئیں، حضرت مولانا شاہ عالم صاحب گورکھپوری دامت برکاتہم بھی اس مجلس میں موجود تھے، حضرتؒ نے عجیب بات فرمائی کہ:

ختمِ نبوت کے جلسے قادیانیت کو روکنے کی تدبیر نہیں ہے؛ بلکہ قادیانیت کو روکنے کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ جن چھوٹے چھوٹے غریب اور جہالت زدہ علاقوں اور دیہاتوں میں قادیانی لوگ جاکر سیدھے سادے اور بھولے بھالے مسلمانوں کی ذہن سازی کرکے ان کو قادیانی بناتے ہیں ایسی بستیوں میں صحیح نہج کے مکاتب قائم کیے جائیں، نماز کا نظام بنایا جائے اور وہاں کے مسلمانوں پر دینی محنت کی جائے، یہ ہے

قادیانیت کو پھیلنے سے روکنے کا بہترین علاج اور تدبیر، جلسوں سے بس صرف ذہن سازی ہوتی ہے، کچھ علمی معلومات حاصل ہوتی ہے؛ لیکن اس سے کام نہیں بنتے۔

غیر مقلدین کے خلاف ایک کلیدی خطاب

ملک میں جب غیر مقلدین کی طرف سے سرگرمیاں بہت تیز ہوئیں تو فدائے ملّت: حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ نے ''تحفظِ سنت'' کے نام سے دہلی میں ایک کانفرنس کی، اس کانفرنس کے اختتام پر دہلی میں ٹال کٹورا انڈور اسٹیڈیم میں ایک عظیم عمومی پروگرام ہوا، جس میں جمعیت علمائے ہند کے ناظمِ عمومی: حضرت مولانا عبدالعلیم صاحب فاروقی دامت برکاتہم ناظمِ جلسہ تھے، میں قریب میں بیٹھا ہوا تھا، آپ نے مجھے فرمایا کہ: جلسے میں ایک دو اہم کلیدی تقریریں ہو جانی چاہیے۔

حضرت الاستاذ اس وقت بمبئی میں تھے؛ لیکن غالباً رات کی دیر والی فلائٹ سے بمبئی سے دہلی تشریف لائے، حضرت مولانا عبدالعلیم صاحب نے بہت باادب درخواست کی کہ: آپ اہم کلیدی خطاب فرمادیں۔

حضرت الاستاذ نے ایک تجویز کی تائید کے عنوان سے بہت ہی عمدہ اور کلیدی خطاب فرمایا جس میں سب سے اہم بات یہ تھی کہ: آج سے پچاس سال پہلے اسی دہلی میں جماعتِ اسلامی سے سوال کیا گیا تھا، وہی سوال آج میں غیر مقلدوں سے دہراتا ہوں کہ: حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں آپ اپنا موقف واضح فرمائیں کہ ان کو آپ کس حیثیت سے دیکھتے ہیں؟

بس! اسی ایک اہم ترین سوال کی آپ نے مزید تشریح فرمائی۔

درسی خصوصیات
آپؒ بہترین عبارت خوانی کو پسند فرماتے تھے

حضرت الاستاذ بہترین عبارت خوانی کو پسند فرماتے تھے، اعراب بھی صحیح ہو، عربی لب ولہجہ ہو اور پڑھنے کا انداز بھی عمدہ ہو۔

دارالعلوم دیوبند میں حدیث شریف میں ترجمان (moniter) کا جو نظام ہے اس نظام کے حساب سے حضرت الاستاذ کے سبق میں عبارت کے متمنی طلبہ کے ذمے پہلے ترجمان کو درخواست دینا ہوتا تھا، وہ ترجمان اس درخواست دینے والے کو دوسرے اسباق میں عبارت کے عنوان سے پہلے آزمالیتا تھا، پھر دیکھتا کہ یہ عبارت پڑھنے میں کس قدر مناسب ہے؟ اگر مناسب ہوتا تو اس کو حضرت الاستاذ کے سبق میں عبارت پڑھنے کا موقع دیا جاتا۔

اب اگر حضرتؒ کو اس کی عبارت پسند آتی تو اس کو منظور فرماتے اور اس کو سال بھر موقع دیا جاتا اور اگر پسند نہ آتی تو ایک ہی مرتبہ کے انٹرویو کے بعد اس کی عبارت موقوف ہو جاتی۔

سبق کا اچھوتا اور نرالا انداز

الحمدللہ! بندے کو کئی مرتبہ ترمذی شریف کے سبق میں عبارت پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

آپؒ کا انداز بالکل الگ تھا، شروع میں باب کا عنوان قاری پڑھے، پھر پہلے آپ

عبارت کا مفہوم بیان فرماتے، پھر اس کے بعد عبارت پڑھی جاتی تھی؛ اس لیے عبارت پڑھنے والے کو اتنی تیاری کرنی ہوتی تھی کہ: حضرت الاستاذ کی تقریر کتنی عبارت تک ہوئی اس کو ذہن میں رہنا چاہیے۔

پھر وہ اس مقام تک عبارت پڑھتا، اس کے بعد وہ رک جاتا، پھر حضرت آگے والی عبارت کی تقریر فرماتے، اس کے بعد آگے عبارت پڑھی جاتی۔

یہ آپ کا بڑا اچھوتا اور نرالا انداز تھا جس کی وجہ سے طلبہ آگے آنے والی عبارت پڑھتے جاتے اور تشریح خود بخود ذہن نشین ہوتی جاتی تھی۔

سبق کی پابندی

حضرت الاستاذؒ کے یہاں جس زمانے میں ہم نے ترمذی شریف پڑھی اُس وقت تیسرا گھنٹہ آپ سے متعلق تھا؛ چوں کہ دوسرا گھنٹہ ختم ہونے کے بعد تیسرا گھنٹہ ایسا ہوتا ہے کہ درمیان میں طلبہ کو استنجا، وضو وغیرہ سے فراغت کے لیے وقفہ کی ضرورت ہوتی ہے، تو شروع ہی میں بتلادیتے تھے کہ: میں پانچ منٹ تاخیر سے آؤں گا اور دوسرے گھنٹے والے استاذ سے بات کرکے پانچ منٹ ان سے لےلو، اس طرح دس منٹ میں فارغ ہوجاؤ!

پانچ منٹ سے اوپر چھٹی منٹ نہیں ہونی چاہیے اور اسی طریقے سے پوری پابندی کے ساتھ حضرتؒ تیسرے گھنٹے میں بلاناغہ سبق پڑھانے تشریف لاتے تھے۔

اور شروع سال سے اکثر مغرب بعد بھی سبق ہوتا تھا اور مغرب کے بعد موسم کے اعتبار سے کبھی ڈیڑھ گھنٹہ، کبھی پونے دو گھنٹے تک سبق کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔

یہ بھی دیکھا کہ دار العلوم کی طرف سے یا جمعیت کی طرف سے ''اصلاحِ معاشرہ'' یا اس طرح کا کوئی پروگرام اطراف وجوار میں طے ہوتا تو حضرت الاستاذ مغرب کے سبق سے فارغ ہونے کے بعد وہاں تشریف لے جاتے تھے؛ تاکہ طلبہ کے سبق کا ناغہ نہ ہو۔

خود میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ: ''بابِ قاسم'' پر کار کھڑی رہتی تھی، حضرت سبق پڑھا کر فارغ ہوکر سیدھے کار میں تشریف لے جاتے اور جہاں پروگرام ہوتا وہاں تشریف لے جاتے اور رات دیر سے گھر پر تشریف لاتے۔

مشکل مقامات کو دو مرتبہ پڑھانا

کتاب الزکاۃ کے بعض ابواب کو دو دو مرتبہ آپؒ نے باقاعدہ پوری وضاحت سے درساً پڑھایا۔

ایک دن سبق ہوا، پھر دوسرے دن آکر خود ارشاد فرماتے تھے کہ: کل کا سبق مشکل تھا، چلو! آج پھر اس کی پوری تقریر سن لو! اس کے بعد پوری تقریر مزید وضاحت کے ساتھ ارشاد فرماتے۔ اس طرح مشکل مقامات میں طلبہ کی خیر خواہی میں دو دو مرتبہ بھی آپ نے سبق پڑھایا۔

دورانِ درس طلبہ کی خیر خواہی میں کام کی باتیں ارشاد فرمانا

ترمذی شریف میں جب ''کتاب النکاح'' شروع ہوا تو تمہیدی بات کے موقع پر ایک اہم بات یہ ارشاد فرمائی کہ:

نکاح اور ازدواجی زندگی کے متعلق بہت سی وہ باتیں جس میں لوگ بڑی گڑبڑیاں اور بے اصولیاں کرتے ہیں اور بہت ہی نامناسب کام کرتے ہیں وہ تمام چیزیں میں

پوری وضاحت کے ساتھ شریعتِ مقدسہ کی روشنی میں آپ کے سامنے بیان کروں گا اور وہ شرعی رہبری ہوگی؛ اس لیے کوئی بھی ہنسے گا نہیں، یہ ہنسنے کا موضوع نہیں ہوگا؛ بلکہ یہ شرعی رہبری ہوگی۔

اور بعض مرتبہ جلال میں ارشاد فرماتے کہ: جو بھی بندر ہنسے گا تو میں طمانچہ مار کر اس کو سبق سے نکال دوں گا۔

یہ طلبہ کی بڑی خیر خواہی تھی کہ: نکاح اور ازدواجی زندگی کے متعلق بہت سی اہم باتیں آپ دورانِ درس طلبہ کی خیر خواہی میں اور ان کی ازدواجی زندگی کی بھلائی کے خاطر بہت وضاحت سے ارشاد فرماتے تھے۔

''کتاب النکاح'' کی ایک بحث کے ذیل میں آپ نے طلبہ کی خیر خواہی میں ارشاد فرمایا کہ: بہت سی عورتوں کو ولادت کے موقع پر رحم دانی باہر آجانے کی شکایت ہوتی ہے، جس کی وجہ سے ڈاکٹر حضرات عام طور پر آپریشن کی بات کرتے ہیں، فرمایا کہ: اگر تیل والا کپڑا کچھ وقت تک فرج کے اوپر مضبوطی کے ساتھ باندھنے کا اہتمام کیا جائے تو اس کی وجہ سے یہ رحم دانی عافیت کے ساتھ اندر ٹک جاتی ہے اور آپریشن سے بڑی حفاظت ہوجاتی ہے۔

بندے کو حضرت الاستاذؒ سے پڑھنے کی سعادت

بندے کو بھی حضرت الاستاذ سے دار العلوم دیوبند میں ۱۹۹۲ء میں بابری مسجد کی شہادت والے سال ترمذی شریف اول مکمل اور حجۃ اللہ البالغہ اور طحاوی شریف میں کتاب الطہارت پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے، الحمد للہ! پورے سال چالیس

(۴۰) منٹ کی غیر حاضری کے سوا مکمل سبق کی حاضری کی سعادت حاصل ہوئی اور سبق میں لکھی ہوئی تمام کا پیاں الحمدللہ! بندے کے پاس موجود ہیں۔

آپ کا چہرہ بہت نورانی تھا، حدیث پڑھانے اور سنّت کی اتباع کی برکت سے آپ کا چہرہ چمکتا رہتا تھا، اسّی (۸۰) سال کے اُس بڑھاپے میں بھی جب آپ کے چہرے کو ہم دیکھتے تو ایسا نہیں لگتا تھا کہ کسی بوڑھے آدمی کا چہرہ ہے۔

درس کے دوران بندے کو حضرتؒ کو عرض کرنے کی سعادت

چونکہ بندے کو اللہ کے فضل سے حضرت کے تخت کے داہنی طرف (اصحاب الیمین) بیٹھنے کی سعادت حاصل ہوئی تھی؛ اس لیے سال میں تین چار موقعے اس طرح کے آئے کہ: دورانِ درس حضرت نے کوئی بات پوچھی کہ: یہ بات کیا ہے؟

اس موقع پر بندے کو سبق کے درمیان عرض کرنے کی سعادت حاصل ہوئی:

پہلا موقع: گناہوں کی چار قسمیں:

ذنب، خطیۂ، سیئۂ، معصیت۔

دوسرا موقع اُس وقت آیا جب حضرت نے کسی اہم مناسبت سے ابن عبدالبر مالکیؒ کی کتاب ''دستور العلماء بیان العلم وفضلہ'' کا حوالہ دیا، دورانِ درس ایک دم سے کتاب کا نام یاد نہیں آیا تو بندے کو یہ عرض کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

تیسرا موقع: لمبی لمبی قبروں کے متعلق؛ یعنی جہاں طویل طویل قبریں ہیں، کسی ملک میں چالیس گز کی، پچاس گز کی، بارہ گز کی جو قبریں ہیں، اس سلسلے میں حضرت فقہی بحث فرمارہے تھے، تو گجرات میں ترکیسر کے قریب ایک مشہور درگاہ ''کوٹھوا'' ہے، اس

جگہ کا نام دورانِ درس عرض کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

اس طرح کی لمبی لمبی قبروں کے متعلق حضرت یہ بھی توجیہ فرماتے تھے کہ: کوئی وبائی بیماری یا جنگی موقع پر جب کئی کئی لوگ ایک ساتھ شہید ہوجاتے تو طولاً ایک لمبی قبر کھود کر چند مُردوں کو ایک ساتھ طول میں دفن کیا گیا، جس کی وجہ سے اس طرح کی لمبی لمبی قبریں وجود میں آئیں۔

فرماتے کہ: بعض لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ پہلے زمانے کے انسان بہت لمبے تھے تو ان میں سے کسی کی قبر ہے، اس کی بجائے میں اس توجیہ کو زیادہ راجح سمجھتا ہوں۔

درس میں فضول بحثوں سے پرہیز

دورانِ درس باقاعدہ کسی کتاب کا حوالہ دینے کا معمول بہت کم تھا۔

اسی طرح آپ کے درس میں فضول لمبی لمبی بحثیں ہرگز نہیں ہوتی تھیں، جس کی برکت سے ترمذی شریف اول مکمل درایتاً بندے کو پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

بعض مرتبہ کسی موضوع پر ضروری علمی بحث میں بات آگے بڑھ جاتی تو پھر اصل بحث پر آنے کے لیے حضرت کا تکیۂ کلام تھا: لا الہ الا اللہ!

دورانِ درس جب "لا الہ الا اللہ" پڑھتے تو ہم طلبہ سمجھ جاتے تھے کہ حضرت اس بحث سے فارغ ہوکر اصل بحث کی طرف پھر تشریف لا رہے ہیں۔

اس طریقے سے گویا کہ دورانِ درس ذکر اللہ برابر جاری رہتا تھا اور یہ چیز تو بیانوں میں بھی بہت سارے حضرات نے دیکھی ہے۔

معافی دل سے ہونی چاہیے، نہ کہ زبان سے

ایک مرتبہ سبق میں معافی کا تذکرہ آیا تو ایک بہت اچھی بات ارشاد فرمائی کہ: معافی ایک تو زبان سے ہوتی ہے؛ جیسے کہ مجھے معاف کردو، اور حقیقت یہ ہے کہ آج بہت سے معافی مانگنے والے صرف زبان سے معافی مانگتے ہیں، دل میں کوئی ندامت نہیں ہوتی، کوئی بھول ہوگئی تو معافی مانگیں گے، زبان سے بولیں گے کہ: معاف کردو؛ دل میں ندامت اور شرمندگی کا نام ونشان نہیں ہوتا، ایسی معافی اور توبہ کی اللہ کے یہاں بھی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی اور بندوں کے یہاں بھی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔

ہاں! بندے اخلاقاً اس معافی کو سن لیں تو وہ الگ بات ہے۔

پھر ایک واقعہ سنایا کہ: دارالعلوم دیوبند میں اسٹرائک کا ایک معاملہ ہوا تھا، حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب نوراللہ مرقدہ اس زمانے کے دارالعلوم دیوبند کے مہتمم کے پاس جب وہ قضیہ گیا اور ان لوگوں نے معافی نامہ پیش کیا تو قاری طیب صاحبؒ نے فرمایا: زبان سے معافی؟ تحریر سے معافی؟ بس؟

اصل تو تمھارا طرزِ عمل ہے کہ: آئندہ تم لوگ کیسی زندگی گزارتے ہو، جو غلطی، جو بھول تم نے کی ہے اس کو سدھار کر آئندہ تم لوگ صحیح زندگی گزاروگے تو یہ تمھارا طرزِ عمل ہی اصل معافی ہے؛ ورنہ اگر زبان سے کہو کہ: معافی معافی اور حقیقت میں دل میں کوئی پچھتاوا نہیں تو پھر اس معافی کا کوئی حاصل نہیں۔

آج لوگ یہی کرتے ہیں، کوئی بھول ہوجاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی ’’استغفر اللہ‘‘ کہہ دیتے ہیں؛ لیکن دل میں ندامت اور پچھتاوا نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔

میرے حضرت فقیہ الامت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ فرماتے تھے کہ: نعوذ بالله! اس طریقے سے استغفار کرنا یہ تو اللہ کی شان میں ایک طرح کی گستاخی ہے کہ خالی زبان سے کہے: معافی، استغفار اور دل میں ندامت اور پچھتاوا بھی نہیں؛ بلکہ دل میں پھر سے اس گناہ کے کرنے کا پکا ارادہ موجود ہے کہ جیسے ہی موقع ملے گا وہ گناہ کروں گا۔

بہر حال! حضرتؒ نے معافی کا عجیب طریقہ بتلایا کہ: تمھارا آئندہ کا طرزِ عمل ہی حقیقت میں معافی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی طرف دھیان دینے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

جامعہ ڈابھیل سے محبت

آپؒ کو جامعہ ڈابھیل سے بڑی محبت تھی۔

اِس سال (۱۴۴۲ھ) جب ربیع الاول کے مہینے میں ڈابھیل تشریف لائے تو فرمایا کہ: اس مدرسے کو تو میں اپنا مدرسہ سمجھتا ہوں اور فرمایا کہ: میرے والدِ مرحوم نے بھی ڈابھیل ہی میں تعلیم حاصل کی تھی اور ایک واقعہ اکثر سنایا کرتے تھے کہ:

بعض روایتوں میں فجر کی نماز میں حضرت نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو لمبی لمبی سورتوں کی تلاوت کرنا منقول ہے تو اس سلسلے میں فرماتے تھے کہ: میرے والد جس زمانے میں یہاں ڈابھیل میں پڑھتے تھے تو اس زمانے میں حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ بھی پڑھاتے تھے، کبھی کبھی فجر کی نماز حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ خود پڑھا لیا کرتے تھے؛ چنانچہ جس دن علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نماز پڑھاتے تو اس دن صبح صادق کے بعد فوراً سنت پڑھ کر حضرت نماز پڑھانے کھڑے ہو جاتے اور لمبی تلاوت فرماتے تھے، تقریباً

پون گھنٹے سے اوپر کی نماز ہوتی تھی اور اس دن دار الاقامہ میں طلبہ میں ایک شور مچ جاتا کہ: آج علامہ عثمانیؒ خود فجر کی نماز پڑھا رہے ہیں۔

جب طلبہ کو یہ پتہ چلتا تو بھاگ کر مسجد میں آتے اور اتنی لمبی نماز میں شامل ہوتے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے ان نیک بندوں کی پاکیزہ زندگی سن کر اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق اور سعادت عطا فرمائے۔

صدرِ جمہوریہ ایوارڈ اور آپؒ کے جذبات

حضرت مفتی سعید احمد صاحب ایک مدّت سے ہمارے جامعہ ڈابھیل کے رکنِ شوریٰ تھے۔

آپ کو آپ کی ایجیوکیشن اور تعلیم کی خدمات پر بھارت کے راشٹر پتی (صدر جمہوریہ) کا ایوارڈ ملا تھا۔

ایوارڈ ملنے کے بعد جب آپ کی ہمارے جامعہ ڈابھیل کے سالانہ جلسے میں تشریف آوری ہوئی تو بندۂ ناچیز نے اناؤنسری میں اس ایوارڈ کا خصوصی تذکرہ کیا، اُس وقت تو ایسا انداز معلوم ہوا کہ جیسے اس پر حضرت کی کوئی توجہ ہی نہیں اور جب دوسرے لوگوں نے آپ سے یہ بات کہی کہ: حضرت! اتنا بڑا آپ کو ایوارڈ ملا اور آپ نے کسی کے سامنے ظاہر بھی نہیں کیا؟

فرمانے لگے: صدر جمہوریہ اور راشٹر پتی ایوارڈ کے مقابلے میں اللہ کے یہاں میری خدمات قبول ہوجائے یہ اصل چیز ہے۔

کیسے آپ کے مبارک جذبات تھے۔

گجرات کا آخری دورہ

اسی سال ربیع الاول کے مہینے میں سورت میں کئی دن تک حضرت کا قیام رہا؛اس لیے کہ آپ کے بیٹے جن کا نام بھی سعید احمد ہی تھا۔

یہ بھی ہمارے حضرت الاستاذ کی عجیب خوبی کہ حضرت کا نام بھی ''سعید احمد'' اور آپ کے بیٹے کا نام بھی ''سعید احمد'' جو سورت راندیرہ کے مدرسے میں پڑھاتے تھے، پھر بیمار ہو گئے، جب ان کی بیماری بڑھ گئی تو حضرتؒ اپنے بیٹے کی عیادت کی نسبت سے سورت تشریف لائے۔

اس وقت دار العلوم دیوبند میں ششماہی امتحانات کے ایام تھے،سورت، راندیر، ڈابھیل اور اطراف وجوار میں کئی جگہ پر دینی وعلمی مجلسیں ہوئیں اور لوگوں کو کئی دنوں تک فائدہ پہنچا، بیٹے کے عیادت کے لیے تشریف لا رہے ہیں، ہسپتال کا بھی سارا نظام دیکھ رہے ہیں اور ساتھ میں درس کی مجلس، بیانات کی مجلسیں، یہ سارے مبارک سلسلے الحمد للہ! ہو رہے ہیں، یہ ہمارے علاقے والوں کی بہت بڑی خوش نصیبی ہے۔

یہ حضرت کا زندگی کا آخری سورت کے علاقے کا دورہ ہوا اور یہاں لوگوں کو خوب دینی وعلمی فائدہ ہوا۔

بندے کے ساتھ ذاتی طور پر جو باتیں پیش آئی اس کا کچھ تذکرہ اپنے شاگردوں اور چھوٹوں کی حوصلہ افزائی کرنا

الحمد للہ! بندے نے اللہ کے فضل سے اب تک جتنی کتابیں تصنیف وتالیف کی ان

کو جب بھی حضرت الاستاذ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی تو بڑی محبت اور خوشی سے آپ ان تمام کتابوں کو قبول فرماتے اور فرماتے کہ: میں سفر کے دوران اس کو دیکھ لوں گا۔

بندے کی کتاب ''ظہورِ مہدی'' جب تیار ہو کر سامنے آئی تو بہت خوش ہوئے اور بہت دعائیں دیں اور ترمذی شریف کی شرح تحفۃ الالمعی کی جلد پنجم میں جہاں مہدی کا باب شروع ہوا ہے، وہاں اس کتاب کے لیے تحسین اور اعتماد کے کلمات کے ساتھ اس کو پڑھنے کی ترغیب دی گئی:

جو لوگ مہدی کی شخصیت کے بارے میں تفصیلات جاننا چاہیں وہ مولانا محمود بارڈولی مدظلہ، مدرس: جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کی کتاب ''ظہورِ مہدی کب؟ کہاں؟ اور کس طرح؟ کا مطالعہ کریں، اس میں اچھی معلومات ہیں اور کتاب قابلِ اعتماد ہے۔ (حاشیہ تحفۃ الالمعی ج:۵،ص:۶۰۰)

جب بندے کے ملاوی کے بیانات کے چھپنے کا سلسلہ شروع ہوا تو اس کا مسودہ لے کر حاضر ہوا، اس وقت حضرت سورت تشریف لائے ہوئے تھے اور رام پورہ میں بھائی سعید مرحوم کی قیام گاہ پر آپ کا قیام تھا، اس مسودہ کو ملاحظہ فرمایا اور وہیں بیٹھے بیٹھے فوراً حوصلہ افزائی کے اور دعائیہ کلمات تحریر فرمائے، جو بندے کے خطبات کی دوسری جلد کی زینت ہے؛ بلکہ تمام جلدوں کے لیے وہ ایک متبرک دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔

یہ حضرتؒ کا بڑا پن تھا کہ: اپنے چھوٹوں کی حوصلہ افزائی فرمایا کرتے تھے۔ اسی طرح اپنے شاگردوں کو آگے بڑھایا جاتا ہے۔

والد صاحب مرحوم سے آپؒ کے تعلقات

آپؒ کے میرے والد مرحوم سے بھی اچھے تعلقات تھے۔

میرے استاذ مرحوم حضرت مفتی موسیٰ صاحب کچھولویؒ جس زمانے میں ڈمن مدرسہ کے ناظم تھے، تو انھوں ڈمن مدرسے کے سالانہ جلسے میں حضرت الاستاذ مفتی سعید صاحبؒ کو دعوت دی تھی، ڈابھیل کے سالانہ جلسے سے فراغت کے بعد ڈمن تک کار میں مرحوم والد صاحب بھی سفر میں ساتھ تھے۔

اس زمانے میں ڈابھیل سے ڈمن تقریباً پونے تین سے تین گھنٹے کا راستہ تھا، تو پورا راستہ انھوں نے بہترین علمی مباحثے میں گزارا اور اس سے حضرت الاستاذ بہت خوش ہوئے کہ: اس عمر میں بھی والد صاحب میں علمی استفادے کا اس قدر ذوق ہے۔

مرحوم بھائی کی درخواست پر بندے پر خصوصی توجہ دینا

ڈابھیل سے دورہ اور افتا کی تکمیل کے بعد ایک سال کے لیے بندہ جب دارالعلوم دیوبند پہنچا، تو اصل مقصد تو مرشدی حضرت اقدس فقیہ الامت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کی خدمت اور صحبت میں رہنا تھا؛ لیکن والد صاحب کے حکم پر بندے نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لے لیا تھا۔

اور مرحوم بھائی نے حضرت کو انگلینڈ کے قیام کے دوران بندے پر خصوصی توجہ کی درخواست کی تھی؛ اس لیے جب حضرت انگلینڈ سے دیوبند تشریف لائے اور میں دیوبند آپ کے گھر پر ملنے کے لیے گیا، تو فرمایا کہ: کچھ فقہی مقالات لکھ کر لاؤ! تاکہ دیکھ کر مجھے اندازہ ہو کہ تمھارا علمی ذوق کہاں تک ہے؟

پہلے میں آپ کی قابلیت جان لوں، اس کے بعد آگے تم کو علمی کام حوالے کروں گا۔

دو اصولی باتیں

مرحوم بھائی کے یہاں شادی کے طویل عرصے تک اولاد نہیں تھی۔

جس سال میں دارالعلوم دیوبند میں تھا اسی سال مرحوم بھائی اور مرحومہ بھابھی دونوں بھارت آئے ہوئے تھے۔

چوں کہ! حضرت الاستاذ نے انگلینڈ میں کہہ رکھا تھا کہ: جب ہندوستان آنا ہو تو دیوبند آجانا، ان شاء اللہ! کسی ماہر حکیم سے علاج ومعالجہ کروائیں گے۔

تو مرحوم بھائی اور بھابھی اسی غرض سے دیوبند تشریف لائے۔

حضرت الاستاذؒ نے ان کے علاج کے لیے پہلے ہی سے کسی ماہر حکیم سے بات کی تھی، تو بھائی صاحب کو حکیم کے پاس بھیجنے سے پہلے دو اصولی اہم باتیں ارشاد فرمائی:

① یہ مت کہنا کہ میں انگلینڈ سے آیا ہوں؛ ورنہ معالجہ کی فیس بڑھ جائے گی۔

② حکیم صاحب کے سامنے یہ ظاہر نہ ہونے دینا کہ مستقل علاج کے لیے دیوبند کا سفر ہوا ہے۔

پھر فرمایا کہ: مستقل علاج کے سفر کا عنوان بتاؤ گے تو اس سے بھی علاج کی فیس بڑھ جانے کا ایک اندیشہ رہتا ہے۔

یہ بڑی اصولی بات حضرت نے ارشاد فرمائی۔

اپنے چھوٹوں کے ساتھ اکرام کا معاملہ

سالِ گذشتہ (۱۴۴۱ھ) جمعیتِ علمائے ہند کے مباحثِ فقہیہ کی سہ روزہ مجلس دہلی

جمعیت علمائے ہند کے دفتر میں منعقد ہوئی تھی۔

بندہ ڈابھیل سے دہلی ہوتے ہوئے مغرب سے کچھ پہلے دیو بند پہنچا، وہاں جا کر پتہ چلا کہ آج مغرب کے بعد ختمِ بخاری ہے، تو بہت خوشی ہوئی کہ: ڈابھیل میں ہمارے حضرت مفتی احمد صاحب کی ختمِ بخاری سے مستفید ہوکر دیو بند میں حضرت مفتی سعید صاحب کی ختمِ بخاری میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔ جب ہم پہنچے تو دار العلوم کا موجودہ دورۂ حدیث شریف کھچا کھچ بھرا ہوا تھا، حضرت کا درس ہوا، اس کے بعد دعا ہوئی اور پھر حضرت الاستاذ مخصوص گیٹ سے نکل کر گھر جانے کے لیے کار میں بیٹھے، بندہ دوسری طرف سے تیزی سے پہنچا؛ مگر آپ کار میں بیٹھ چکے تھے؛ لیکن پھر آپ کی نظرِ عنایت ہم تک پہنچ ہی گئی، رات کا اندھیرا ہو چکا تھا، اس کے باوجود بھی فوراً کار رکوادی، اور پھر میرے ساتھ اور رفیقِ سفر ہمارے جامعہ ڈابھیل کے مدرس، میرے معاونِ کار مولوی عمران صاحب گودھروی اور مولوی یوسف صاحب بھانا ہم تینوں حضرات کے ساتھ بہت اچھی طرح مصافحہ کیا اور گفتگو فرمائی۔ اس کے بعد فرمایا کہ: دہلی کے پروگرام میں تشریف لائے ہو؟۔

میں بھی صبح وہی حاضر ہو رہا ہوں؛ اس لیے تفصیلی باتیں ان شاء اللہ وہیں پر ہوں گی۔

دیکھیے! اپنے چھوٹوں کے ساتھ کس قدر اکرام کا معاملہ فرمایا!!

حسنِ اتفاق

حسنِ اتفاق کہ دہلی میں ''جمعیتِ علمائے ہند'' کے دفتر کے میں جو قیام تجویز کیا گیا تھا وہ محمودیہ لائبریری، شیخ الہند ہال کے بالکل اوپر والے منزلہ پر تھا اور حضرت الاستاذ کا

جہاں قیام تھا اس کے پڑوس ہی میں بندے کا قیام تھا۔

چنانچہ! حضرت الاستاذ کی نگرانی میں بیان القرآن کی جو تسہیل تیار ہوئی، وہ حضرت نے مجھے دکھائی اور فرمایا کہ: اس سے آپ بھرپور استفادہ کرو۔

پھر حضرت نے ایک عجیب قصہ سنایا کہ: مفتی تقی صاحب دامت برکاتہم جب دیوبند تشریف لائے تھے تو میں ملنے گیا، اس موقع پر مجھے مفتی تقی صاحب نے کراچی کے کسی حاجی صاحب کا ایک واقعہ سنایا کہ:

وہ کہا کرتے تھے کہ: دو مولویوں میں جب اختلاف ہوتا ہے تو مجھے بہت خوشی ہوتی ہے؛ اس لیے کہ اس کی وجہ سے ایک نیا مدرسہ وجود میں آتا ہے۔

اس موقع پر حضرت الاستاذؒ نے عرض کیا کہ: حضرت! اب میں ''دیوبندیت کیا ہے؟'' اس کام کو شروع کرنے جا رہا ہوں۔

انگلینڈ میں ایک عجیب وغریب مجلس

حضرت الاستاذ لندن شہر کے اسٹام فورڈ ہل کی مسجدِ قبا میں کئی سال تک رمضان میں تشریف لے جاتے رہے، وہ ایک مستقل تاریخ ہے جو کسی وقت ذکر کریں گے، گذشتہ رمضان (۱۴۴۱ھ) میں بھی حضرت وہاں تشریف لے گئے تھے، میرے بہنوئی ہمارے بارڈولی کے جناب حاجی فاروق بھائی بھام اِس وقت مسجد کے چیئر مین ہیں، رمضان کے بعد انگلینڈ کی مختلف جگہوں پر حضرت کے پروگرام ہوئے اور ہم لوگ عید کے دن میرے استاذ میرے مشفق، محسن، مرشد حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم العالیہ اور ہمارے حضرت مولانا ابراہیم صاحب پانڈور دامت

برکاتہم اور قاری عبدالحنان صاحب ڈابھیل خانقاہ سے احمد آباد ہوتے ہوئے مالٹا وغیرہ سے فارغ ہوکر جب انگلینڈ پہنچے تو وہاں دارالعلوم ''جامعۃ العلم والھدی بلیک برن'' میں حضرت الاستاذ مفتی سعید صاحب نے بخاری شریف کی بسم اللہ کرائی اور دوپہر کے کھانے کی مجلس بڑی عجیب وغریب ہوئی۔

انگلینڈ کے مشہور عالمِ دین حضرت مفتی شبیر صاحب کے بیٹے مفتی یوسف صاحب کے یہاں دعوت تھی اور اُس دعوت میں شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد تقی صاحب عثمانی دامت برکاتہم العالیہ، شیخ الحدیث حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری نورہ اللہ مرقدہ، ہمارے حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم، حضرت مولانا ابراہیم صاحب پانڈور دامت برکاتہم اور انگلینڈ کے دوسرے بڑے بڑے علما موجود تھے۔

واقعہ یہ ہے کہ وہ ایک عجیب وغریب علمی وروحانی اور دنیوی نعمتوں سے لبریز مجلس تھی، مفتی شبیر صاحب کے چھوٹے سے حجرے میں عالمی وعلمی وسعتیں اُس وقت سمائی ہوئی تھیں۔

اس موقع پر میں نے اپنے کانوں سے شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد تقی صاحب عثمانی دامت برکاتہم العالیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا جو حضرت الاستاذ مفتی سعید صاحب نوراللہ مرقدہ سے عرض کررہے تھے کہ: آپ کی حجۃ اللہ البالغہ کی شرح رحمۃ اللہ الواسعہ میں دیکھتا رہتا ہوں، اس سے استفادہ کرتا رہتا ہوں، یہ بات مفتی محمد تقی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے بڑے عقیدت مندانہ انداز میں ارشاد فرمائی اور پھر حضرت الاستاذ کو مفتی محمد تقی صاحب دامت برکاتہم نے اپنے مبارک ہاتھ سے عطر کا ایک بکس بھی پیش کیا۔

تقریباً چھیالیس (۴۶) کے قریب عجیب وغریب آپ کی کتابیں دنیا کے سامنے علمی تحفہ کے طور پر موجود ہیں۔

اپنے شاگردوں کی عزت اور اکرام کرنا

ہمارے حضرت اقدس مفتی احمد خانپوری دامت برکاتہم العالیہ حضرت الاستاذ کے شاگردوں میں سے ہیں، راندیر کے زمانے میں آپ نے ان سے پڑھا تھا؛لیکن حضرت الاستاذ آپ کو بہت ہی عزت اور وقار کے ساتھ خطاب فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ جامعہ ڈابھیل کے کتب خانے میں جامعہ کے اساتذہ کے سامنے علمی مجلس ہوئی،اس مجلس کے دوران آپؒ نے حضرت مفتی صاحب کا بہت ہی معزز القاب کے ساتھ کا تذکرہ فرمایا۔

گذشتہ سال (۱۴۴۱ھ) ربیع الاول کے مہینے میں بندے کو حضرت مفتی احمد صاحب کے ساتھ انگلینڈ ہوتے ہوئے بارباڈوس، پناما،کینیڈا وغیرہ کے دینی دعوتی دورے پر جانے کی سعادت حاصل ہوئی،اُس وقت حضرت الاستاذ بمبئی میں ملّت ہسپتال میں زیرِ علاج تھے،سفر میں جاتے ہوئے عیادت کے لیے حاضری ہوئی،اس موقع پر حضرت الاستاذ مفتی سعید صاحبؒ نے ہمارے مفتی احمد صاحب کے لیے ’’حضرت،حضرت‘‘ جیسے معزز الفاظ استعمال کیے۔

سب لوگ حیران ہوگئے کہ: اپنے شاگردوں کے ساتھ اس قدر عزت اور وقار کا معاملہ؟

آپؒ کی بخاری شریف کی شرح ’’تحفۃ القاری‘‘ کی آخری جلد میں یہ الفاظ تو

بڑے عجیب وغریب ہے، فرماتے ہیں کہ:

''اس سلسلے میں میری بڑی مدد کی ہے دو دوستوں نے، اللہ تعالی دونوں کو دارین میں جزائے خیر عطا فرمائیں، ان کے علم میں برکت عطا فرمائیں اور ان کی فیوض کو عام وتام فرمائیں (آمین)''

اول: حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری زید مجدہم ہیں، آپ جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل کے شیخ الحدیث ہیں، اور دار الافتاء کے رئیس بھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی معرفت کا بھی بڑا حصہ عطا فرمایا ہے اور علم وعمل کا بھی، وہ میرے پانچ سال بعد چلے ہیں اور پچاس سال آگے نکل گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے مراتب بلند فرمائیں، انھوں نے کچھ ملاحظات بھیجے ہیں، جن کو میں آگے ذکر کروں گا۔ (از: تحفۃ القاری)

حضرتؒ کا بڑا پن

حضرت الاستاذؒ لاک ڈاؤن سے کچھ پہلے جامعہ ڈابھیل کی ''مجلسِ شوریٰ'' میں شامل ہونے کے واسطے تشریف لائے تھے، اس وقت حضرت الاستاذ سورت سے سیدھے ڈابھیل محمود نگر: حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم العالیہ کی ملاقات کے لیے تشریف لائے، یہ ہے حضرتؒ کا بڑا پن کہ اتنے بڑے عالمی ادارے کے شیخ الحدیث ہونے کے باوجود اپنے شاگرد: حضرت اقدس مفتی احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی ملاقات کے لیے خود تشریف لائے۔

اس ملاقات کے موقع کا ایک لطیفہ

جب حضرت مفتی سعید احمد صابؒ حضرت مفتی احمد صاحب کے مہمان خانے میں

تشریف لا چکے، اس وقت ہمارے حضرت مفتی احمد صاحب غسل فرما رہے تھے، حضرت کو جب آپؒ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو حضرت جلدی سے غسل سے فارغ ہو کر حضرت والا کے پاس تشریف لائے اور فرمانے لگے: میں آپ کے تشریف لانے کا منتظر تھا اور آپ کی استقبال کی تیاری ہی میں مصروف تھا۔

یہ سن کر حضرت الاستاذ شیخ الحدیث: حضرت مفتی سعید احمد صاحبؒ لطیفے کے طور پر فرمانے لگے: ہاں! ہاں! بوڑھے لوگ دوپہر کے وقت ہی غسل کیا کرتے ہیں۔

غرض یہ کہ: اپنے شاگردوں کے ساتھ اس قدر اعزاز و اکرام اور محبت کا برتاؤ فرماتے تھے۔

اور یہی وہ چیز ہے جو شاگردوں کو آگے بڑھاتی ہے، جو آج کل ہم مدرسین کو سیکھنے کی بہت سخت ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے بڑوں کی طرح اپنے شاگردوں اور عزیزوں کے ساتھ قولی و عملی اعزاز و اکرام اور شفقت کرنے کی سعادت اور توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

سعید: یعنی سعی اور عید

آپ کا مبارک نام ''سعید احمد'' ہے، ویسے تو آپ کا نام ''احمد'' تھا، پھر آپ نے اپنا نام ''سعید احمد'' کر دیا، حقیقت یہ ہے کہ آپ کے نام کے دو حصے ہیں: ''سعی'' اور ''عید''، ''سعی'' کا معنی: محنت، مشقت اور تکلیف ہے۔

حضرت الاستاذؒ نے پوری زندگی علم حاصل کرنے میں، علم کو پھیلانے میں، دین کی خدمت میں بہت سعی کی، بہت محنت کی، بہت تکلیف اٹھائی اور بہت مجاہدہ کیا اور اب

ان شاء اللہ! عید اور خوشی ان کو قبر اور آخرت اور جنت میں حاصل ہو گی۔

ابھی دنیا کے لوگوں کا رمضان چل رہا ہے؛ لیکن حضرت الاستاذؒ کا عید کا دن شروع ہو گیا۔

کسی کہنے والے نے خوب کہا: زندگی گزارو رمضان جیسی ، اللہ تعالیٰ موت عطا کریں گے عید جیسی۔

میں تمام سننے والوں اور پڑھنے والوں سے بہت ادب سے درخواست کرتا ہوں کہ جس سے جو ہو سکے پڑھ پڑھ کر ہمارے استاذ کو ایصالِ ثواب کریں اور کچھ کھانا، اناج وغیرہ صدقہ کر کے حضرت الاستاذ کو ایصالِ ثواب کریں۔

اللہ تعالیٰ حضرت الاستاذؒ کے درجات کو جنت الفردوس میں بلند فرمائے، اعلی علیین میں مقام عطا فرمائے اور پسماندگان میں حضرت کے جتنے بیٹے اور بیٹیاں وغیرہ ہیں تمام کو اللہ تعالیٰ صبرِ جمیل اور اجرِ جزیل عطا فرمائے، پوری قاسمی برادری، دار العلوم دیوبند سے تعلق رکھنے والے، مسلکِ دار العلوم سے تعلق رکھنے والے پورے عالمِ اسلام کے انسان اس وقت سوگوار ہیں، حضرت کی موت ملتِ اسلامیہ کے لیے ایک بہت بڑا حادثہ ہے، اللہ تعالیٰ دار العلوم دیوبند، جامعہ ڈابھیل اور امّتِ مسلمہ کو حضرت کا نعم البدل یا سواء البدل عطا فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

حضرت الاستاذ کی گھریلو زندگی کے بعض گوشے

آخر میں حضرت الاستاذ کی گھریلو زندگی کے بعض قابلِ عمل گوشوں کے متعلق آپ کے صاحب زادے: مولانا محمد سعید پالن پوری (استاذ جامعۃ الامام محمد انور شاہ کشمیریؒ دیوبند) کے مضمون سے کچھ اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں:

مساوات و برابری

حضرت والد صاحب کا خاندان کافی بڑا ہے، خود ہم بھائی بہن درجن سے زائد تھے، پھر ہماری اولاد سب مل کر چار درجن کے قریب ہیں، اتنا بڑا گھرانہ ہونے کے باوجود والد صاحب سب کو ایک نظر سے دیکھتے تھے، سب کے ساتھ برابری اور مساوات کا معاملہ فرمایا کرتے تھے، پوتوں پوتیوں میں جب کھانے کی کوئی چیز تقسیم کرنی ہوتی تو کسی ایک بچے کو بھیج کر پہلے سب کو اپنے کمرے میں بلوا لیتے، پھر ان سب میں چیز کو برابر سرابر تقسیم فرماتے تھے، یہ نہیں ہوتا تھا کہ جن بچوں کی طرف طبعی میلان زیادہ تھا ان کو زیادہ دیتے ہوں یا الگ سے بلا کر صرف انھیں کو دیتے ہوں، نہیں! یہ آپ کے مزاج کے خلاف تھا۔

مساوات کا یہ عمل دیگر موقعوں پر بھی دیکھنے کو ملتا تھا، گھر کے زائد خرچوں کی تکمیل کے سلسلے میں ایک معتد بہ رقم ہر سال والد صاحب جب کتب خانہ کا حساب کرتے تھے تو اپنی اولاد کو عنایت فرماتے تھے، یہاں بھی عنایت کرنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا تھا کہ صرف دیوبند میں مقیم بچوں کو یہ رقم ملتی ہو، یا صرف نرینہ اولاد کو ملتی ہو، نہیں! سب بھائی بہنوں کو ملتی تھی، بہنوں کے باب میں یہ بھی دیکھنے کو ملا کہ ان کو صرف میراث میں

بھائیوں سے آدھا حصہ؛ ان کے حصہ شرعی کے مطابق، باقی دیگر تمام جگہوں پر والد صاحب نے شادی شدہ اور غیر شادی شدہ لڑکے اور لڑکی کے حصوں میں فرق نہیں کیا، سب کو برابر عنایت فرماتے تھے۔

مشترکہ خاندان یا علاحدہ

یہ مسئلہ لوگوں کے درمیان موضوعِ بحث رہتا ہے کہ شادی کے بعد والدین کا اپنی اولاد کو اپنے ساتھ رکھنے والا نظام زیادہ مفید ہے یا بچوں کو الگ کر دینے والا نظام، بالفاظِ دیگر مشترکہ گھر کا نظام زیادہ مفید و کارآمد ہے یا الگ الگ گھر کا نظام، دونوں نظاموں کے فوائد بیان کرنے والے مل جاتے ہیں؛ لیکن والد صاحب نے ہم درجن بھر بھائیوں کے لیے ایک بیچ کی راہ نکالی جس کے دینی و دنیوی فوائد ہم بھی نے محسوس کیے، وہ یہ کہ الگ بھی کر دیا اور الگ نہیں بھی کیا۔

الگ کر دیا اس معنی میں کہ والد صاحب نے شادی کے بعد سب بچوں کو اپنے پلو سے باندھے نہیں رکھا، ہوتا یہ تھا کہ جب چھوٹے بھائی کی شادی کی تاریخ متعین ہوتی تو تاریخ کا یہ متعین ہونا بڑے بھائی کے الگ کیے جانے کا الارم (Alarm) ہوتا، والدین اپنے ساتھ صرف چھوٹی بہو کو رکھتے تھے، اور جب تک اگلے لڑکے کی شادی نہ ہو اس بہو کی تربیت فرماتے تھے، ڈیڑھ دو سال کے بعد جب اگلے لڑکے کی شادی ہوتی تو بڑے بھائی کو الگ بلا کر گفتگو کرتے اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی تلقین فرماتے، کچھ مہینے کے راشن کے پیسے دیتے، چولہا، ضروری برتن، کپڑوں بستروں کے لیے الماری اور ایک فریج بھی دیتے، اور سب سے بڑھ کر حوصلہ دیتے کہ دیکھو! ہم

تمھیں صرف الگ کر رہے ہیں، ہم مر نہیں رہے ہیں، الگ اس وجہ سے کر رہے ہے کہ تم اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکو، آج نہیں تو کل ہمارے مرنے کے بعد تمھیں الگ ہونا ہی ہے، ہم چاہتے ہیں کہ اپنا گھر چلایا کیسے جاتا ہے؟ اسے تم ہماری حیات ہی میں سیکھ لو، گھر کے چلنے میں کوئی مسئلہ یا پریشانی پیش آئے تو تم ہمارے پاس بھی آسکتے ہو۔

ان کے اس حوصلہ دینے اور آگے کے گھریلو امور میں مسلسل نگرانی فرماتے رہنے کے باعث ہم سبھی بھائی بحمد للہ! والد صاحب کی حیات ہی میں برسرِ روزگار ہو کر اپنا اپنا گھر چلا رہے تھے۔

یہ تو ہوا الگ الگ کرنا، اور الگ الگ نہ کرنا بہ ایں معنی کہ والد صاحب نے ہم بھائیوں کو جو الگ الگ مکان دیے، وہ الگ الگ محلوں یا پلاٹوں میں نہیں تھے؛ بلکہ ایک بڑے پلاٹ میں انگلش حرفِ تہجی یو (u) کی شکل میں بھائیوں کی تعداد کے بقدر درجن بھر درمیانے انداز کے، نہ بہت بڑے نہ بالکل چھوٹے مکانات بنوائے جن کی ہر چیز بشمول بجلی کا میٹر اور پانی کی پائپ لائن الگ الگ تھی، والد صاحب نے اپنی رہائش بھی انھیں مکانوں میں سے ایک مکان میں رکھ لی۔ یوں ہم سب بھائی داخلی طور سے الگ الگ اور خارجی طور سے والد صاحب کے ساتھ تھے۔

الگ الگ کرنے کا ایک عظیم دینی فائدہ
پورے گھرانے کو حفظِ قرآن کی سعادت

بھائیوں کو الگ الگ گھر دینے کے دینی اور دنیوی ہر دو فوائد ہم سبھی نے محسوس کیے، دنیوی فوائد تو طوالت کے پیشِ نظر قلم زد کیے جاتے ہیں؛ البتہ دینی فائدوں میں سے

ایک بڑے فائدہ کا تذکرہ فائدے سے خالی نہیں، وہ یہ کہ بھابھیوں کو جو حفظ کی سعادت حاصل ہوئی اس سعادت کے حصول میں اس الگ الگ گھر کے نظام کا بھی بڑا کردار رہا، آج بحمد للہ! وہ خود حافظہ بن کر نہ صرف اپنی اولاد کو حافظ بنا چکی اور بنا رہی ہیں؛ بلکہ محلہ کے بچوں اور بچیوں کو بھی صحیح ادائیگی کے ساتھ ناظرہ خواں اور حافظ بنا کر والدین کے نامۂ اعمال میں نیکیوں کے اضافہ کا موجب بن رہی ہیں۔

اس خامہ پرداز کی اہلیہ کو بھی شادی اور بچہ ہو جانے کے بعد اسی نظام کی برکت سے حفظ قرآن کریم کی سعادت حاصل ہوئی، اس کے بعد راقم کو پتہ بھی نہ چلا اور فقیر زادی کو بھی انھوں نے ازخود حافظہ بنا دیا۔

گھر میں تعلیمی نظام

اس کے لیے ضروری ہے: صحیح ٹائمنگ، اور اس باب میں مدرسے کی ٹائمنگ سے بڑھ کر کوئی ٹائمنگ نہیں، بڑی بابرکت ٹائمنگ ہے یہ، پرکھا تو جائے؛ چنانچہ ہم دارالعلوم کے گھنٹوں کو فولو کرتے ہیں، پہلے گھنٹے کی آواز آتے ہی پڑھائی شروع۔ آخری گھنٹہ لگتے ہی چھٹی۔

آیئے پڑھائی شروع کرتے ہیں۔ کہاں سے شروع کی جائے؟...

چلیے! مغرب سے شروع کرتے ہیں۔ مغرب بعد نیا سبق یاد کیا جاتا ہے عشا تک، اذان پر چھٹی، عشا کی اذان پر صرف پڑھائی سے چھٹی ہوتی ہے، امور خانہ سے نہیں۔ اذان کے بعد رات کے کھانے کی تیاری کرنی ہے، رات میں سالن نیا نہیں بنے گا، روٹی بھی ابھی نہیں بنے گی، وہ تو عصر میں بن جانی ہے، ہاں عشا کی اذان کے بعد سادہ

سفید چاول ضرور بنائے جاسکتے ہیں جن کو بھیگنے کے لیے پہلے ہی رکھ دیا جاتا ہے، اذان کے آدھے گھنٹے بعد نماز ہوتی ہے، نماز کے بعد کھانا کھایا جائے گا۔

واضح رہے اگر آپ کا معمول مغرب بعد کھانا کھانے کا ہے تو اسے ضرور بالضرور تبدیل کرنا ہوگا؛ اس لیے کہ مغرب بعد کا وقت بڑا برکتی اور قیمتی ہے، اسے کھانے کی نذر نہیں کیا جاسکتا۔

رات کا کھانا کھا چکنے کے بعد پندرہ بیس منٹ ادھر ادھر گھوم کر کھانا ہضم کرلیں۔ اس کے بعد جلدی سو جانا ہے؛ تاکہ فجر میں اٹھنا آسان رہے، فجر میں اٹھ کر سبق تازہ کریں۔ بعد نماز فجر سبق سنایا جائے گا۔ سنانے کے بعد ناشتہ کی تیاری میں لگنا ہے۔

واضح رہے کہ ناشتہ کے لیے روٹیاں تازہ نہیں بنیں گی، باسی ہوں گی رات والی؛ بلکہ عصر والی، ناشتہ اسی باسی روٹی سے ہوگا، ہاں اگر سبق سنانے کے بعد آپ کو کافی وقت مل رہا ہو تو ضرور تازہ روٹیاں بنائی جاسکتی ہیں۔

ناشتے سے فارغ ہو کر اگر بچے ہوں تو ان کو اسکول اور مدرسے کے لیے تیار کیا جائے گا۔ بچوں کو بھیج کر خود پڑھنے میں لگا جائے گا۔ پہلے گھنٹے سے چوتھے گھنٹے تک آموختہ یاد کیجیے۔ صبح میں آموختہ ہو کہ صبح میں وقت زیادہ ملتا ہے، شام میں سبق پارہ۔

جب آموختہ یاد ہو جائے یا یاد سا ہو جائے تو اس کو دہراتے وقت دوپہر کے سالن کے لیے پیاز لہسن سبزی وغیرہ ساتھ ساتھ کاٹ لیجیے۔ کپڑے بھی واشنگ مشین میں گھمائے جاسکتے ہیں۔ چوتھے گھنٹے کے آس پاس آموختہ سنایا جائے گا۔ آموختہ سنانے کے بعد کھانے کی تیاری۔

واضح رہے دوپہر میں سالن اتنا بنانا ہے کہ وہ رات کو بھی چلے؛ بلکہ تھوڑا سا صبح

ناشتے میں بھی، بارہ بجے تک ہر حال میں کھانا کھالینا ہے۔ پھر قیلولہ نمازِ ظہر تک، نمازِ ظہر کے پندرہ منٹ بعد دار العلوم کا گھنٹہ لگتا ہے، گھنٹہ لگتے ہی پڑھائی شروع، سبق پارہ یاد کیجیے، سبق پارہ ہے؛ اس لیے نسبتاً جلدی یاد ہوگا، ایسے میں بچوں کے ہوم ورک میں تعاون بھی کر سکتے ہیں۔ عصر کی اذان کے آس پاس سبق پارہ سنایا جائے گا۔

عصر کی نماز کے بعد رات کے کھانے کی روٹیاں بنانی ہیں، اور اتنی مقدار میں بنانی ہیں کہ وہ ناشتے میں بھی چلیں، روٹیوں کا بوجھ اگر زیادہ ہو رہا ہو تو سادہ چاول بھی روٹیوں کے ساتھ لگالیں، کبھی طبیعت اگر ناساز ہو یا مہمانوں کے ساتھ گفتگو میں عصر بعد کا وقت چلا گیا ہو یا روٹیاں بنانے کا دل نہ کر رہا ہو تو روٹیاں اب بازار سے آئیں گی، اسی طرح مشکل سبق والے دن بھی روٹیاں یا پورا کھانا بازار سے آسکتا ہے، عصر کے بعد مغرب آگئی، مغرب ہی سے ہم نے آغاز کیا تھا، دن مکمل۔

معمول اور روٹین سے ہٹ کر جو کام ہیں: جیسے سینا پرونا، گھر دھونا، کہیں آنا جانا، کسی کی دعوت کرنا، اس طرح کے امور یا تو عصر کے بعد انجام دیے جائیں گے، یا پھر جمعرات کے دن ظہر بعد سے جمعہ تک میں، یا پھر عورتوں کے اپنے مخصوص دنوں میں انجام دیے جائیں گے۔

تعلیم و تربیت

حضرت والد صاحب کثیر العیال تھے، دار العلوم دیوبند میں ترمذی، بخاری اور حجۃ اللہ البالغہ جیسی اہم اور وقیع کتابوں کی درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کے کاموں کی بے پناہ مصروفیت کے باوصف آپ نے سب بچوں کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری ذاتی

دلچسپیوں کی بنیاد پر انجام دی۔

تعلیم وتربیت کی یہ ذمہ داری آپ نے جو اپنی عملی زندگی کے آغاز سے انجام دینی شروع کی تو اسے تاحین حیات تیسری نسل تک انجام دیتے رہے، عملی زندگی کے آغاز میں ہمارے چچاؤں کی تعلیم وتربیت کا فریضہ انجام دیا، چچاؤں کے بعد اولاد کا نمبر شروع ہوا تو ہمارے سب سے بڑے بھائی مفتی رشید احمد پالن پوری رحمہ اللہ کو حفظ کرانے کے ساتھ ساتھ ہماری والدہ ماجدہ رحمہا اللہ کو بھی حفظ کرادیا۔

والدہ محترمہ کو حفظ کرانا آپ کا ایک نہایت مفید ومستحسن فیصلہ رہا، والدہ محترمہ کی شکل میں ایسا معاون ملا کہ باقی دیگر اولاد کو حفظ کرانے میں والد صاحب کی محنت کم ہوگئی، اس کے بعد والد صاحب بچے کو بسم اللہ کراتے، باقی کا کام والدہ ماجدہ کا ہوتا، جب ناظرہ قرآن پاک ختم ہوجاتا تو حفظ شروع کراتے، فجر کی نماز کے بعد ہی والد صاحب سبق سنتے، پھر آموختہ اور سبق کے پارے والدہ صاحبہ یاد کراتیں اور سنتیں۔

کہتے ہیں کہ: ایک ہاتھ کی پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں، ایسے میں یہ کیسے ممکن ہے کہ درجن بھر اولاد دماغی قُویٰ کے تناظر میں برابر ہو، کمی بیشی ہونا فطری تھا اور وہ ہوا بھی، ہم میں سے بعض ایسے تھے کہ اپنے مخصوص دماغی قُویٰ کے ساتھ والد صاحب کے پاس حفظ نہ کرپاتے۔

حفظ کے باب میں جس صبر وتحمل اور ضبط وبرداشت کی ضرورت ہوتی ہے وہ صبر وبرداشت عورتوں میں مردوں کی بہ نسبت زیادہ ودیعت کی گئی ہے، پھر وہ عورت اگر ان بچوں کی ماں بھی ہو تو اس کے ضبط وبرداشت کا مادہ اور بڑھ جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ قوائے دماغی میں فرق ہونے کے باوصف والدہ ماجدہ سب کو حفظ کرالے گئیں۔

جب ہمارا قرآن بالکل تیار ہوجاتا تو دور کے لیے والد صاحب کے پاس بھیجا جاتا، والد صاحب بڑی توجہ سے دور سنتے، اگر بچہ ان کے طے کردہ معیار کے مطابق دور سنا دیتا تو اب وہ اس کو اردو، پھر فارسی پڑھانا شروع کرتے، تختی پر لکھنا سکھاتے، یہاں سے والد صاحب کا کام شروع ہوجاتا، اردو، فارسی اور عربی کی کتابیں نصاب کے مطابق وہ بذاتِ خود پڑھاتے، اگر کوئی آسان کتاب ان کے معیار پر نہ اترتیں تو کتاب تصنیف فرماتے، آسان صرف، آسان نحو اور آسان فارسی قواعد اس سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔

ذاتی تدریس کے پہلو بہ پہلو معاونین کا تعاون بھی لیتے، حضرت الاستاذ مولانا مفتی خورشید انور گیاوی صاحب دامت برکاتہم ناظمِ تعلیمات دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا قاری شفیق الرحمن صاحب دامت برکاتہم استاذ دارالعلوم دیوبند اور حضرت مولانا ڈاکٹر اشتیاق احمد قاسمی استاذ دارالعلوم دیو بند مدظلہ تعاون و معاونت کی اسی سلسلۃ الذہب کی آب دار و بارونق کڑیاں ہیں۔

درجہ دوم عربی یا کبھی درجہ سوم عربی تک تعلیم دی جاتی، اس کے بعد دارالعلوم کے داخلہ امتحان میں شرکت کرائی جاتی، داخلہ ہوجانے کے بعد بچہ کے تعلیمی امور کی نگرانی فرماتے رہتے، درس گاہ کی حاضری اور ششماہی و سالانہ امتحانوں میں ملنے والے نمبر و فیصد پر نظر رکھتے، مدارس میں رائج نصاب کے دوش بدوش ہندی، انگلش اور حساب کے ضروری مضامین اور بنیادی کتب بھی پڑھاتے، پھر فارغ ہونے کے بعد بچہ کو دینی اور روزگار کے کاموں میں ان کی حیثیت کے مطابق لگایا۔

اولاد کو حج کرانا

والدین محترمین نے سب بچوں کی شادیاں جس اہتمام وترتیب سے کیں اسی اہتمام سے ہم نے ان کو اپنے بچوں کو حج کراتے ہوئے بھی دیکھا، جب وہ بڑے لڑکے کو الگ کرتے تھے اور کچھ دنوں بعد اس کا گھر چلنے لگتا تھا تو اسے الگ بلا کر ہدایت کرتے تھے کہ خرچوں میں سے کچھ بچا کر رکھو اور حج میں جانے کی رقم جمع کرو، تمھیں صرف اپنے حصے کے بقدر حج کے پیسے جمع کرنے ہیں، تمھاری بیوی کے حصے کے پیسے میں دوں گا۔

فرماتے: حج میں بیوی کا ساتھ ہونا ضروری ہے، وہ بے چاری ساری زندگی خدمت کرتی ہے، بیوی جب زندگی کے سفر میں ساتھ ہے تو اس سفر میں بھی ساتھ رہنی چاہیے۔ یہ بھی فرماتے کہ حج کا مزہ جوانی کے دنوں میں ہے۔

بھائیوں میں جو تدریسی فرائض انجام دے رہے ہوتے ان سے بالخصوص فرماتے تھے کہ تم لوگوں کا حج کرنا تو اور بھی ضروری ہے، حج کر لو گے تو حدیث وفقہ کی کتابوں میں آنے والا باب الحج پڑھانا آسان ہو جائے گا، ورنہ ٹامک ٹوئیاں مارو گے۔

عام طور سے دو دو بھائیوں کو ان کی بیویوں کے ساتھ بھیجتے تھے، بڑی بہن کو بھی اسی طرح ان کے شوہر کے ساتھ بھیجا۔

راقم سطور کی باری میں ہم تین بھائی ایک ساتھ تھے، دو بھائیوں نے تو حج کے پیسے مکمل جمع کر لیے تھے کہ اصل نمبر انھیں کا تھا، راقم چونکہ تدریسی خدمت انجام دینے لگا تھا اس لیے غالباً والد صاحب نے مناسب سمجھا کہ اس کو بھی حج کرا دینا چاہیے، مجھے بلا کر کہا: تمھارے دو بڑے بھائی پیسے جمع کر چکے، تمھارے پاس اگر پیسے ہوں تو تم بھی ان کے

ساتھ چلے جاؤ، میں نے عرض کیا کہ: میرے پاس پیسے پورے نہیں۔

پوچھا: کتنے ہیں؟

میں نے کہا: ۲۰ ہزار کے آس پاس ہوں گے۔

ان دنوں ایک بندے کے سفر کا خرچ 90 ہزار تھا، یہ سن ۲۰۰۷ کی بات ہے۔

فرمایا: تم بھی فارم بھر لو، تمھاری بیوی کا حصہ تو میں ڈال ہی رہا ہوں، تمھارے حصے کے جو پیسے بچ رہے ہیں وہ بھی دے دیتا ہوں، حج سے فارغ ہونے کے بعد ادا کرتے رہنا۔ یوں ہم تین بھائیوں نے ایک ساتھ حج ادا کیا۔

حج کے بعد جب ادھار والے پیسے جمع کر کے والد صاحب کو دینے گیا تو آپ اپنی بیٹھک میں حسبِ معمول لکھنے میں مشغول تھے، ایک نظر میری طرف دیکھا اور پھر مسودہ کی طرف متوجہ ہو گئے، اسی کی طرف متوجہ رہتے ہوئے پوچھا کہ: کیوں آئے ہو؟

عرض کیا کہ: وہ پیسے جو آپ نے حج سے پہلے دیے تھے دینے آیا ہوں۔

فرمایا: اچھا، ٹھیک ہے، ان کو اپنے خرچوں میں لے آؤ!

حج میں جانے والے بیٹوں اور بہوؤں کو ایک نصیحت یہ بھی فرماتے کہ: حج کے سفر میں مشکلات پیش آسکتی ہیں، اور جب مشکلات پیش آتی ہیں تو لوگ آپس میں لڑ پڑتے ہیں، حالات چاہے جیسے پیش آئیں تمھیں آپس میں لڑنا نہیں ہے، صبر کے ساتھ حالات کا مقابلہ کرنا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالی والدین کے درجات بلند فرمائیں کہ ان کی مدد واعانت سے ہم کو بھرپور جوانی میں حج کی سعادت نصیب ہو گئی، حفظ قرآن کریم کے بعد یہ دوسری اہم

ترین سعادت ہے جو والد صاحب کی عنایتوں، نوازشوں اور توجہات کے طفیل ہم سب بھائیوں، بھابھیوں، بہنوں اور بہنوئیوں کو حاصل ہے۔

چھوٹے تین بھائی بہن: فاطمہ، عبداللہ اور عبید اللہ کا حج باقی ہے، عبداللہ بھائی کی تیاری مکمل ہے، سب بھائیوں نے طے کیا ہے کہ ان سب کو بھی والد صاحب کے طرز پر حج کرائیں گے، اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں اور ہم سب میں اتحاد و اتفاق باقی رہے، آمین۔

حج کر کے معلوم ہوا کہ حج واقعی جوانی میں ہونا چاہیے، کاتب سطور کو سفرِ حج کے دس سال بعد اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سفرِ عمرہ کی سعادت بھی حاصل ہوئی، اس سفر میں اہلیہ ساتھ نہیں تھیں تو اس سفر میں یہ بھی پتہ چلا کہ والد صاحب کیوں بیوی کے ساتھ بھیجنے کا اہتمام فرماتے تھے۔

صبر و استقامت

صبر و استقامت کے باب میں راقم سطور کی گناہ گار آنکھوں نے والد صاحبؒ سے بڑھ کر حالات پر صبر کرنے والا نہیں دیکھا، مشکل حالات میں نہ صرف وہ خود صبر کرتے تھے؛ بلکہ دوسروں کو بھی صبر کرنے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے لو لگانے کی تلقین فرماتے تھے، ہر چند کہ ان کے دل کا بڑا آپریشن ہو چکا تھا۔

ان کے اردگرد کے لوگ ایک ایک کر کے اللہ کو پیارے ہو رہے تھے، اس طرح کی خبریں سن کر وہ کوئی بڑا صدمہ لینے کے بجائے آخرت کی اپنی تیاریوں کو اور بڑھا دیتے تھے، دار العلوم دیوبند میں ان کے دیرینہ رفیق حضرت الاستاذ مولانا

ریاست علی ظفر بجنوری صاحب رحمہ اللہ کا جب وصال ہوا تو والد صاحب ان دنوں لندن میں تھے، یہ خبر والد صاحب کے لیے بڑی اندوہ ناک تھی، حسن بھائی آپ کے ساتھ تھے ان کا بیان ہے کہ جب میں نے حضرت مولانا ریاست علی صاحب کے انتقال کی خبر والد صاحب کو دی تو وہ سن کر خاموش ہو گئے، کچھ دیر خاموش رہے، پھر فرمایا: "اب میرا نمبر ہے۔

اس خبر کے بعد والد صاحب نے آخرت کے سفر کی تیاریوں کے تناظر میں میراث اپنی حیات ہی میں تقسیم فرمائی، نیز آسان بیان القرآن پر رات دن اتنی تیزی سے کام کیا کہ اپنے کمپیوٹر آپریٹر حسن بھائی کی ساری توانائیاں نچوڑ لی، وہ بیمار ہو گئے تھے۔

اللہ تعالیٰ ان کی رحلت کے بعد! ہم سب کو صبرِ جمیل عطا فرمائے، آمین۔